دیوبند اور بریلی کے اختلاف و نزاع پر
فیصلہ کن مناظرہ
علماء دیوبند کی تکفیر کے
وجوہ مولوی احمد رضا خاں
صاحب بریلوی کے
قلم سے
علماء دیوبند کی طرف
سے اسکا مدلل جواب
مولانا محمد منظور نعمانی کے
قلم سے
شائع کردہ دارالاشاعت سنبھل ضلع مرادآباد
قیمت
۱/۷۵ روپیہ

دیوبند اور بریلی کے اختلاف و نزاع پر

فیصلہ کُن مُناظِرہ

یعنی

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے تکفیری فتوے "حسام الحرمین" کے جواب میں جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا وہ فیصلہ کن بیان جو موصوف نے ۱۳۵۲ھ (م ۱۹۳۳ء) میں لاہور میں ہونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لیے تیار کیا تھا جس کے لیے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم، پروفیسر علامہ اصغر علی روحی مرحوم اور شیخ صادق حسن امرتسری (بیرسٹر ایٹ لا) حکم طے پائے تھے ــــــ یہ بیان پہلی دفعہ ۱۳۵۳ھ میں "معرکۃ القلم" کے نام اور "فیصلہ کن مناظرہ" کے لقب سے شائع ہوا تھا۔

ناشر

دار الاشاعت سنبھل، ضلع مراد آباد (یو۔پی)

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ الفرقان کچہری روڈ۔ لکھنؤ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

عرضِ ناشر

مسلمانوں میں مذہبی اور اعتقادی اختلاف کوئی نئی چیز نہیں، جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کا سلسلہ پہلی صدی سے شروع ہو چکا تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دُنیا سے سفر فرمائے ہوئے نصف صدی بھی نہ گزری تھی کہ شیعہ، خوارج اور قدریہ وغیرہ چند فرقے پیدا ہو چکے تھے جو اپنے مخصوص اعتقادات اور نظریات کی وجہ سے "ما انا علیہ واصحابی" کی اس شاہراہِ ہدایت سے الگ تھے جو اُس وقت جمہور اُمت کی راہ تھی ـــــ پھر زمانہ کی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مذہبی اختلافات اور نئے نئے فرقوں کی تعداد بھی بڑھتی رہی اور اتنی بڑھی کہ اگر کوئی شخص ان فرقوں کی اجمالی ہی تاریخ لکھنے کا ارادہ کرے تو یقیناً اس کو کئی ضخیم جلدیں لکھنی پڑیں گی۔

لیکن جہاں تک اپنا مطالعہ اور اپنی معلومات ہیں، کہا جا سکتا ہے کہ جو فرقہ اور جو اختلاف بھی اُمت میں پیدا ہوا اس کی کچھ نہ کچھ اعتقادی اور نظریاتی بنیاد ضرور تھی، یعنی ہر فرقہ کا کوئی نہ کوئی ایسا عقیدہ اور نظریہ ضرور تھا جس سے دوسروں کو اتفاق نہ تھا۔ مثلاً فرقہ شیعہ کا خلافت وامامت کے بارہ میں ایک خاص عقیدہ ہے جو ان کے اور جمہور اُمت کے اختلاف کی بنیاد کہا جا سکتا ہے، اسی طرح خوارج، قدریہ، معتزلہ وغیرہ فرقوں میں سے ہر ایک کے کچھ ایسے مخصوص عقیدے ہیں جن کی وجہ سے وہ سوادِ اعظم سے الگ ایک فرقہ سمجھے جاتے ہیں، علیٰ ہذا ہمارے اس زمانہ کے پیدا شدہ نئے فرقوں میں

سے مثلاً قادیانی ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور مسیح موعود وغیرہ ماننے کی وجہ سے عام اُمّتِ محمدیہ سے کٹ کر ایک الگ طائفہ بن گئے ہیں ——— یا مثلاً منکرین حدیث ہیں جو حدیث و سنت (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل) کے دینی حجت ہونے سے منکر ہیں اور اپنی اس خاص گمراہی کی وجہ سے ایک مستقل فرقہ بن گئے ہیں، اسی طرح مقلّد غیر مقلّد کے اختلاف کی بھی ایک واضح بنیاد ہے کہ مقلدین جہل و فتن کے زمانہ میں ائمہ کی تقلید ضروری سمجھتے ہیں اور غیر مقلدین اس کو غیر ضروری بلکہ غیر صحیح جانتے ہیں۔

بہرحال حق و باطل سے قطع نظر یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں جو مذہبی اختلافات بھی پیدا ہوئے ہیں وہ کسی اعتقادی اور نظریاتی اختلاف ہی سے پیدا ہوئے ہیں ——— لیکن

دیوبندی بریلوی اختلاف نہایت ہی عجیب قسم کا اختلاف ہے،

کہ اس کی بنیاد عقیدہ اور مسلک کے کسی خاص اختلاف پر نہیں ہے، بلکہ ناظرین کو جیسا کہ آئندہ اوراق کے مطالعہ سے معلوم ہوگا، اس کی اصلیت اور تاریخ صرف یہ ہے کہ اب سے قریباً پچاس سال پہلے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے علماء دیوبند کی طرف بعض کافرانہ عقیدے منسوب کر کے دعویٰ کیا اور فتویٰ دیا کہ:۔

"چونکہ ان کے یہ یہ عقیدے ہیں اس لیے وہ قطعی کافر ہیں، ایسے کافر کہ جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے"

اس کے جواب میں علماء دیوبند اسی وقت سے برابر کہہ رہے اور لکھ رہے ہیں کہ

"ہم پر محض بہتان ہے، ہمارے ہرگز یہ عقیدے نہیں ہیں بلکہ جس کسی کے بھی ایسے ناپاک عقیدے ہوں ہم خود اس کو کافر اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ہماری جن عبارتوں کا حوالہ دیا ہے ان کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے جو تصریحات کتاب وسنت اور عقائد اہل سنت کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔" اور علماء دیوبند اپنے اس دعوی کا نہایت صاف اور روشن ثبوت بھی دیتے ہیں ـــــ جس کی ایک مثال یہ رسالہ (فیصلہ کن مناظرہ) بھی ہے۔

ظاہر ہے کہ علماء دیوبند کے اس جواب کے بعد اس اختلاف کو عقیدہ کا اختلاف نہیں کہا جا سکتا اور مسلمانوں میں اس اختلاف کے اب تک باقی رہنے کی کوئی وجہ اس کے سوا سمجھ میں نہیں آ سکتی کہ کچھ لوگوں نے مسلمانوں میں اس اختلاف کے باقی رکھنے اور اس بنیاد پر اُن کو آپس میں لڑانے کو اپنی روزی کا ذریعہ بنا لیا ہے اور اب یہی ان کا ناجائز پیشہ ہے۔

شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد و قیام، عرس و قوالی فاتحہ تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت و غیر بدعت ہونے کے بارہ میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی و بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں یہ اختلاف تو اس وقت سے ہے جبکہ دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہیں ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خاں صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، اس لیے ان مسائل کے اختلاف کو "دیوبندی بریلوی اختلاف" نہیں کہا جا سکتا۔

علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے

ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر یا اہل سنت سے خارج کہا جا سکے، یہی وجہ ہو کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب اور ان کی خاص ذریت کے علاوہ ہندوستان کے بہت سے علماء اور بہت سے علمی حلقے ایسے ہیں جن کی تحقیق اور رائے ان مسائل میں علمائے دیوبند کی تحقیق سے مختلف ہے، مگر اس کے باوجود ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تکفیر یا تفسیق نہیں کرتا بلکہ آپس میں عقیدت اور احترام کے تعلقات ہیں جیسے کہ علماء حق کے درمیان ہونے چاہئیں۔ اس کی مثال میں حضرات علماء فرنگی محل (لکھنؤ)، حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد سجاد صاحب بہاری مرحوم جیسے بہت سے علماء کرام اور علمی سلسلوں اور خاندانوں کا نام لیا جا سکتا ہے ان حضرات کا مسلک حضرات علماء دیوبند کے مسلک سے مختلف تھا، لیکن جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ احترام میں کوئی فرق نہ تھا، اور اب بھی یہی صورت ہے ——

الغرض ان مسائل کے اختلاف کو "دیوبندی بریلوی اختلاف" سمجھنا صحیح نہیں ہے

دیوبند و بریلی کا اصل اختلاف و نزاع، جیسا کہ عرض کیا گیا وہی ہے جو مولوی احمد رضا خاں صاحب کے تکفیری فتووں سے پیدا ہوا ہے اور ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ وہ کس قدر بے بنیاد ہے، کیونکہ جن عقائد کو بنیاد قرار دے کر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرات علماء دیوبند کی تکفیر کی تھی وہ حضرات ان عقیدوں سے نہ صرف تبری اور تحاشی کرتے ہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسے عقیدے رکھنے والا خود ہمارے نزدیک بھی کافر ہے اور مولوی احمد رضا خاں صاحب کے خلاف انصاف کی عدالت میں پچاس سال سے ان کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے ہماری طرف بالکل بے اصل عقیدوں کی نسبت کر کے اور ہماری عبارتوں میں ناجائز قطع و برید کر کے اور ان کو توڑ مروڑ کے ہم پر یہ بہتان لگائے ہیں۔

اور وہ اپنے اس دعوے کا نہایت روشن اور ناقابل تردید ثبوت بھی دے چکے ہیں ——
اور یہ رسالہ بھی اس سلسلہ کی آخری فیصلہ کن دستاویز ہے۔

الغرض مسلمانوں کی اس بدقسمتی پر کس قدر ماتم کیا جائے اور ان کی اس سادہ لوحی اور بیوقوفی پر کتنا رویا جائے کہ ایک بے بنیاد اختلاف اپنی وسعت اور پھیلاؤ اور مضرت کے لحاظ سے ان کا سب سے بڑا اختلاف بنا ہوا ہے، ہندوستان اور پاکستان میں مسلمانوں کی بہت ہی کم خوش نصیب بستیاں ہوں گی جہاں کے مسلمان اس بے بنیاد دیوبندی بریلوی اختلاف کی نحوست اور تباہ کاری سے بالکل محفوظ ہوں

اس اختلاف کو بے حقیقت اور بے بنیاد ثابت کرنے اور عام مسلمانوں پر یہ واضح کرنے کیلیے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے علماء دیوبند کی طرف جن کافرانہ عقائد کی نسبت کرکے ان کی تکفیر کی ہے وہ ہرگز ان حضرات کے عقائد نہیں ہیں۔ علماء دیوبند کی طرف سے گزشتہ پچاس سال میں بہت کچھ کہا اور لکھا گیا ہے لیکن اب سے ۲۱-۲۲ سال پہلے اسی موضوع پر لاہور میں ہونیوالے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لیے جس کا فیصلہ دینے کے لیے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم اور ان کے ساتھ دو اور ایسی ہی ممتاز شخصیتوں کو حکم بھی تسلیم کر لیا گیا تھا، جو ایک مفصل بیان مخدوم و معظم مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ نے علماء دیوبند کی طرف سے تیار کیا تھا جو بعد میں "فیصلہ کن مناظرہ" کے نام سے مستقل رسالہ کی شکل میں بھی شائع ہو گیا تھا، بلاشبہ اس موضوع پر حرف آخر ہے اور سچ یہ ہے کہ اس نے اس اختلاف کے باقی رہنے کے لیے ذرہ برابر گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔

مدت دراز سے یہ بیان نایاب تھا اور چونکہ ملک کے خاص حالات کی وجہ سے

بریلی کا یہ تکفیری فتنہ بھی دبا رہا اس لیے اس کی اشاعت کی کوئی خاص ضرورت بھی نہ تھی، اب کچھ عرصہ سے اس فتنہ کے علمبردار (جنھوں نے اسی فتنہ انگیزی کو اپنا پیشہ اور معاشی ذریعہ بنا لیا ہے) پھر اس دفن شدہ فتنہ کو اکھاڑ رہے ہیں اور ملک کے مختلف حصوں سے اس آگ کے بھڑکنے کی اطلاعیں آرہی ہیں، اس لیے اب اس کو پھر شائع کیا جارہا ہے۔

اب سے چند روز پہلے مصنف ممدوح نے اس فتنہ کے متعلق ایک نہایت مفید اور بصیرت افروز مضمون بھی "الفرقان" میں شائع کیا تھا ہم نے مناسب سمجھا کہ "مقدمہ" کے طور پر اس کو بھی اس کتاب میں شامل کردیں۔ اس پیش لفظ کے بعد ناظرین کرام اسی کو پڑھیں گے ——— اس کے بعد مولانا ہی کے قلم سے ۲ صفحہ پر "تعارف و معذرت" کے عنوان سے ایک تعارفی نوٹ ہے ——— بعد ازاں صفحہ ۳۲ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ناظرین کو اس سے فائدہ پہونچائے اور اس فتنہ کے فرو ہونے کا اسکو ذریعہ بنائے، والحمد للہ اولاً و آخراً۔

ناظم

دارالاشاعت سنبھل ضلع مرادآباد

(یو۔پی)

بریلی کا تکفیری فتنہ

ماضی اور حال

از، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

اس دنیا میں بعض واقعات اس قدر عجیب وغریب اور بعید از قیاس ہوتے ہیں کہ عقل ہزار سر مارے مگر ان کی کوئی معقول توجیہ کرنے سے عاجز رہتی ہے ــــــ حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی دینی دعوت کے ساتھ ان کی قوموں نے عام طور سے جو سلوک کیا وہ بھی دنیا کے ایسے ہی عجیب وغریب اور بعید از قیاس واقعات میں سے ہے ــــــ خود اس دنیا کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے خالق و پروردگار نے کتنے عجیب انداز میں اس پر حسرت کا اظہار کیا ہے ــــــ "یا حَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ۝"[1]

---

[1] ہائے کیسی حسرت ہے ان بندوں پر ہماری طرف سے جو رسول بھی اُن کے پاس پہونچے یہ انکے ساتھ تمسخر اور استہزاء ہی سے پیش آئے۔

مثال کے طور پر صرف خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سرگزشت کو اس نظر سے حدیث وسیر کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے ——— آپ مکۂ معظمہ میں پیدا ہوئے وہیں پلے بڑھے، بچپن ہی سے صورت میں دلکشی و محبوبیت اور عادات میں معصومیت تھی، اس لیے ہر ایک محبت و احترام کرتا تھا، گویا کہ آپ پوری قوم کو پیارے اور اس کی آنکھ کے تارے تھے، پھر جب عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے صورت و سیرت کی اس محبوبیت و معصومیت کے ساتھ نبوت کا کمال اور رسالت کا جلال وجمال بھی عطا فرما دیا، جس کے بعد سیرت اور بلند ہو گئی، زبان سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹنے لگے اور پیدائشی حسین وجمیل چہرے میں اب نبوت کا نور بھی چمکنے لگا ——— پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اپنی قوم کو توحید اور اسلام کی دعوت دیں، آپ نے پورے اخلاص، کامل محبت اور انتہائی حکمت کے ساتھ درد اور سوز سے بھری ہوئی اس آواز میں جس سے پتھر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، اپنی قوم کے سامنے توحید اور اسلام کی وہ دعوت پیش کی جس کا حق اور معقول ہونا اور آپ کی قوم اور ساری انسانیت کیلئے سراسر رحمت ہونا گویا بالکل بدیہی تھا ——— عقل کا فیصلہ اور قیاس کا تقاضہ یہی تھا کہ پوری قوم جو پہلے ہی سے آپ کی گرویدہ تھی اور آپکو صادق و امین سمجھتی اور کہتی تھی وہ آپ کی اس دینی دعوت پر ایک زبان ہو کر لبیک کہتی اور پروانہ وار آپ پر ٹوٹ پڑتی اور کم از کم مکہ میں تو ایک بھی مکذب و مخالف نہ ہوتا، لیکن ہوا یہ کہ گنتی کے چند سعادت مندوں کے سوا ساری قوم آپ کی تکذیب اور مخالفت پر متفق ہو گئی، جو ہمیشہ سے صادق و امین کہتے اور عقیدت کے پھول چڑھاتے تھے، وہی شاعر و مجنون اور ساحرؔ کذاب کہنے لگے، اور آپ کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑکانا ان کا محبوب ترین مشغلہ بن گیا، پھر تو قریباً دس سال تک آپ کے انہی جاننے پہچاننے والوں نے اس قدر ستایا اور ایسی ایسی کمینہ

حرکتیں کیں کہ خود ارشاد فرماتے ہیں ـــــــ "مَا اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ اَحَدٌ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ"
(اللہ کی راہ میں اُس کے کسی بندہ کو کبھی اتنا نہیں ستایا گیا جتنا کہ مجھے ستایا گیا ہے)

بیچاری عقل حیران ہے، ایسا کیوں ہوا؟ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان دنوں مکہ میں دماغوں کو خراب کرکے آدمیوں کو پاگل بنا دینے والی کوئی خاص ہوا چلی تھی جس کے اثر سے ساری قوم کی قوم پاگل ہوگئی تھی اور آپ کے ساتھ یہ جو کچھ اس نے کیا وہ پاگل پنے کی وجہ سے کیا۔

اس کی دوسری مثال اُمت میں لیجئے! حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہم اجمعین) یہ چاروں بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں اور اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ سے کچھ بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ و رسول کے ساتھ اور اُن کے مقدس دین کے ساتھ ان چاروں بزرگوں کی وفاداری اور ان کا اخلاص ہر قسم کے شک شبہ سے بالاتر ہے، اللہ کے ان صادق بندوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جاں نثاروں نے حضورؐ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد اسلام کے لیے جو کچھ قربانیاں کیں اور اللہ کے مقدس دین کی جو خدمات انجام دیں وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور دنیا کے زیادہ سے زیادہ مشہور و مسلم واقعات سے زیادہ مسلّم و مستند ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع پر اپنے ان چاروں جان نثاروں کی خدمات اور قربانیوں کا جس محبت اور قدردانی کے ساتھ اعتراف فرمایا اور انکے مقبول اور جنتی ہونے اور جنت میں بھی اپنے پاس اور اپنے ساتھ رہنے کی بار بار جو شہادتیں اور بشارتیں دیں وہ اپنے تواتر کی وجہ سے قریب قریب ایسی ہی یقینی اور ناقابل شک ہیں جیسا کہ عقیدۂ توحید و عقیدۂ قیامت اور نماز اور روزہ اور حج و زکوٰۃ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہونا قطعاً غیر مشتبہ اور یقینی ہے ـــــــ لیکن غور کیجئے اس اُمت کی

تاریخ کا یہ کیسا عجیب و غریب اور ناقابلِ فہم واقعہ ہے کہ اسلام کے بالکل ابتدائی دور ہی میں خود مسلمانوں میں ایسے مستقل فرقے پیدا ہوئے جن کی خصوصیت اور جن کا امتیاز صرف یہی ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جلیل القدر اور ممتاز صحابہ کے ایمان ہی سے انکار تھا اور وہ (معاذ اللہ) ان کو کافر و منافق اور گردن زدنی کہنے پر مُصر تھے اور اب تک بھی یہ فرقے دنیا میں موجود ہیں ____ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کے قدیم ترین فرقہ شیعہ کی خصوصیت اور اس کا امتیاز ہی یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ کی عداوت و بدگوئی اور ان کے مومن و مخلص ہونے سے انکار، ان کے مذہب کی بنیاد یا کم از کم ان کا مذہبی شعار ہے۔ اور اس معاملہ میں اُن کا غلو اور جنون اس حد کو پہونچا ہوا ہے کہ ان کے بہت بڑے بڑے "مہذب" اور "تعلیم یافتہ" افراد "تہذیب و رواداری" کے اس دور میں بھی اپنے اس حال کے اظہار سے نہیں شرماتے کہ ان بزرگوں کی تعریف و مدح میں کسی اور کا بھی کچھ کہنا اُن کے لیے ناقابلِ برداشت ہے اور اس کے برعکس ان پاک ہستیوں پر تبرا بازی اُن کا محبوب ترین مشغلہ اور ان کے نزدیک کارِ ثواب ہے۔

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے!

خلافِ عقل مجادلانہ کج بحثیوں کو تو چھوڑ دیجئے اور پھر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ کیا کسی کی عقل بھی ان لوگوں کے اس طرزِ عمل کی کوئی معقول توجیہ کر سکتی ہے؟ ____ کون کہہ سکتا ہے کہ اس فرقہ والے سب پاگل اور عقلِ عام سے محروم ہیں، واقعہ یہ ہے کہ ان میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ، بڑے بڑے دانشور اور ایک سے ایک ذہین و فطین ہر دور میں رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں، بلکہ اس فرقہ کے جن ممتاز عالموں اور مصنفوں نے خاص اسی موضوع (مطاعن خلفاء ثلثہ) پر ضخیم ضخیم کتابیں لکھی ہیں ان کی وہی کتابیں شاہد ہیں کہ

نہ وہ پاگل ہیں نہ بے خبر جاہل ہیں، بلکہ ——— "اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ" کا قابلِ عبرت نمونہ ہیں۔

یہی حال اُن کے اصل حریف اور مد مقابل فرقہ یعنی خوارج و نواصب کا ہے، ان بدبختوں کے نزدیک سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ (معاذ اللہ) ایسے بد دین، اس درجہ کے دشمن اسلام، ایسے مجرم اور گردن زدنی تھے کہ ان کو ختم کر دینا نہ صرف کار ثواب بلکہ ان کے قاتل کے جنت میں پہونچنے کا یقینی ذریعہ تھا، مورخین نے لکھا ہے کہ جب شقی ابن ملجم نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار سے وار کیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ وار بھرپور پڑا اور حضرت ممدوح کی زندگی ختم کر دینے کے اپنے مقصد میں وہ کامیاب ہو گیا تو گرفتار ہونے کے باوجود وہ کہتا تھا کہ "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ" (اس بدبخت کا مطلب یہ تھا کہ (سیدنا) علی کو خاک و خون میں تڑپا کے اور ان کی شمع حیات گل کر کے میں نے نجات اور جنت حاصل کرنے کا سامان کر لیا، اور خواہ اس زندگی میں اب مجھ پہ کچھ بھی گزرے لیکن مرنے کے بعد آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں میرا یہ عمل مجھے جنت میں ضرور پہونچا دے گا۔) ——— تبلائیے! کہ عقل بیچاری اس گمراہی اور عقل باختگی کی کیا توجیہ کرے؟

——— جو لوگ تاریخ کے ذریعہ ابن ملجم اور اس کے فرقہ کے حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ فرقہ بھی پاگلوں اور اَن پڑھ جاہلوں کا فرقہ نہ تھا، بلکہ ان میں بہت سے اچھے خاصے علم و فہم والے بھی تھے ——— اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص حُبِّ مال یا حُبِّ جاہ یا ایسے ہی کسی اور غلط جذبہ کے تحت کسی معاملے میں اللہ کی ہدایت کے بجائے اپنے نفس کی خواہشات اور اپنے ذاتی جذبات و خیالات کی پیروی کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کم از کم اس خاص معاملہ میں خدا ترسی، حق بینی کی صلاحیت اور فہم سلیم کی دولت اس سے چھین لی جاتی ہے

اور پھر بظاہر عقل و ہوش رکھنے کے باوجود اس سے اس معاملہ میں ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ عقل سلیم ان کی کوئی توجیہ بھی نہیں کر سکتی، ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن کا بیان ہے۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔

عقل و خرد کی گمراہی کی ایسی مثالیں اسلامی تاریخ کے بعد کے دوروں میں بھی بکثرت ملتی ہیں۔ اور مختلف زمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے اپنے زمانہ کے اچھے سے اچھے اور نہایت پاک سیرت بندوں کی عداوت و دشمنی اور بدگوئی و ایذا رسانی کو اپنا خاص شغلہ بنایا، بلکہ شاید امت کے اکابر و ائمہ میں سے شاذ و نادر ہستیاں ہی ایسی ہوں گی جن کو نبوت کی اس میراث سے حصہ نہ ملا ہو ——— شیخ تاج الدین سبکی نے "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" میں رنج اور غصہ کے ساتھ لکھا ہے:۔

ما من امام الا وقد	اُمت کا کوئی امام ایسا نہیں ہے
طعن فیه طاعنون	جس کو حملہ کرنے والوں نے اپنے
وهلك فيه هالكون ٥	حملوں کا نشانہ نہ بنایا ہو اور جس
	کی شان میں گستاخیاں کر کے ہلاک
	ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں

ل۱ ان کے دل ہیں مگر یہ اُن سے سمجھتے نہیں، اُن کے کان ہیں مگر یہ اُن سے سنتے نہیں، اُن کی آنکھیں ہیں مگر اُن سے دیکھتے نہیں، یہ تو بس جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے اور زیادہ گمراہ ہیں۔

اس وقت جس افسوسناک اور تکلیف دہ واقعہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

حقیقتوں کا پورا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لیکن جہاں تک بشری معلومات اور اطلاعات کا تعلق ہے اپنے دل کے پورے اطمینان کے ساتھ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ و حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد تیرھویں صدی ہجری (اور انیسویں صدی عیسوی) میں ان کے اخلاف و وارثین حضرت شاہ اسمٰعیل شہید و حضرت سید احمد شہید اور اُن کے رفقاء نے اللہ کی راہ میں جو قربانیاں دیں اور اسلام کے فروغ اور اس کی سرسبزی کے لیے جو محنتیں کیں، یہاں تک کہ بالاکوٹ کے معرکہ میں اسی راہ میں اپنی جانیں بھی قربان کر دیں، اور پھر اُن کی ان محنتوں اور قربانیوں کا یہاں کے مسلمانوں پر جو اثر پڑا اور اس ملک میں دین کی جو تجدید ظہور میں آئی اور صلاح و تقویٰ اور تعلق باللہ اور روح جہاد اور اتباع سنّت کی صفات کو جو نئی زندگی اس ملک میں ملی اور ان صفات میں ان بزرگوں کا جو حال تھا، ان سب چیزوں کو پیش نظر رکھنے کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور میں اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول بندوں میں سے تھے

پھر بعد کے دور میں (یعنی تیرھویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے شروع میں) ان ہی مجاہدین ملت اور مصلحین اُمت کے علمی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور اُن کے خاص رفقاء، کو اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنے مقدس دین کی حفاظت و خدمت کی جو توفیق دی اور اُن کی جدوجہد سے توحید و سنّت اور علوم اسلامی تعلیمات کی اس ملک میں جو اشاعت ہوئی اور علم و عمل، اور عشق و فنائیت کی جامعیت کے لحاظ سے خود ان بزرگوں کا جو حال تھا، اور یہ مبارک صفات اُن کے ذریعہ اُمت کے مختلف طبقات میں جس وسیع پیمانہ پر پھیلیں، ان سب چیزوں کو اور ان کے اثرات و ثمرات کو آنکھوں سے دیکھنے

کے بعد دل کو اس میں ذرا شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور کے خاصانِ خدا میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت اور توحید و سنت کی اشاعت کے لیے، اور اُن کے قلوب کو اپنے خاص تعلق کے واسطے چن لیا تھا ــــ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی وراثت و نیابت میں ان بندگانِ خدا کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ اسی دور میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنھوں نے ان حضرات کو بدنام کرنا اور ان پر جھوٹی تہمتیں لگا لگا کر مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا کرنا اپنا مشغلہ بنا لیا ـــــــــ

تیرھویں اور چودھویں صدی کے ان مجاہدین فی سبیل اللہ اور محافظین سُنّت و شریعت و مصلحین اُمّت کے خلاف فتوے بازی اور فتنہ انگیزی و افترا پردازی میں اس دور کے جن صاحب نے سب سے زیادہ حصہ لیا اور جو "وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ" کے مصداق ہیں وہ بریلی کے مولوی احمد رضا خاں صاحب ہیں جو اپنی اس تکفیر بازی ہی کی وجہ سے یہ مقام حاصل کر چکے ہیں کہ ایمان والوں کی بے پناہ تکفیر کی مثال میں عام طور سے ان ہی کا نام بطور ضرب المثل کے زبانوں پر آتا ہے۔

ـــــــــــــــ

ان خاں صاحب نے پہلے تو عرصہ تک حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو اپنی بد گوئی اور کفر بازی کا نشانہ بنایا اور اپنے رسالوں اور فتووں میں ایسے ایسے گندے اور خبیث عقیدے اُن کی طرف منسوب کیے جن کی نقل سے بھی ایمانی روح لرزتی ہے، برسوں ان بزرگوار کا یہی مشغلہ رہا، ایک ایک رسالے اور فتوے میں راہِ خدا کے اس شہید کو ستر ستر اور پچھتر پچھتر وجہ سے کافر ثابت کر کے یہ اپنے شوقِ تکفیر کا مظاہرہ کرتے رہے۔

اس کے بعد انھوں نے اسی ولی اللّٰہی خاندان کے علمی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ اکابرِ جماعتِ دیوبند کو اپنی مشقِ ستم

کے لیے انتخاب کیا اور پھر زندگی بھر ان ہی بزرگوں کی بدگوئی اور تکفیر کر کے اُن کے حسنات میں اضافہ اور درجات میں ترقی کا سامان کرتے رہے ——— سب سے پہلے سنہ ۱۳۲۰ھ میں اپنی کتاب "المعتمد المستند" میں ان حضرات کو انکارِ ختم نبوت اور تکذیب ربّ العزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص و اہانت کا مجرم قرار دے کر ان کی قطعی تکفیر کی ——— لیکن ان کی فتوے بازی اور کافر سازی چونکہ نہایت بدنام اور رسوا ہو چکی تھی اسلیے اس کا کوئی اثر نہیں ہوا، یہانتک کہ جن بزرگوں کی تکفیر کی گئی تھی انھوں نے بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنے فتوے کا یہ حشر دیکھ کر ایک نیا منصوبہ بنایا سنہ ۱۳۲۳ھ میں انہی بزرگوں کی تکفیر کا ایک فتویٰ انھوں نے مرتب کیا جس میں وہی انکارِ ختمِ نبوت اور تکذیب ربّ العزت و اہانت حضرت رسالت جیسے صریحی کفریات کو ان بزرگوں کی طرف منسوب کر کے ان کی قطعی تکفیر کی، ایسی قطعی تکفیر کہ جو شخص ان کو مسلمان مانے یا ان کے کافر ہونے میں شک بھی کرے، اُس کے بارے میں لکھا کہ وہ بھی قطعی کافر، دائرہ اسلام سے خارج اور جہنمی ہے ——— تکفیر کی اس سراسر جعلی اور مفتریانہ دستاویز کو لے کر مولوی احمد رضا خاں صاحب اسی سال حجاز گئے اور مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے حضرات علماء و مفتیین کے پاس پہونچ کر نہایت ہی عیارانہ اور پرفریب انداز میں ان حضرات سے فریاد کی کہ ہندوستان میں اسلام پر بڑا سخت وقت آگیا ہے مسلمانوں ہی میں بعض لوگ ایسے ایسے کافرانہ عقائد رکھنے والے پیدا ہو گئے ہیں اور عام مسلمانوں پر ان کا اثر پڑ رہا ہے ہم غربا اس فتنہ کی روک تھام کر رہے ہیں مگر اس مہم میں ہم کو آپ کی اس مدد کی ضرورت ہے کہ ان بدعقیدہ لوگوں کی تکفیر کے اس فتوے کی آپ حضرات بھی تصدیق فرمادیں، چونکہ

آپ اللہ کے مقدس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شہر کے رہنے والے ہیں اس لیے دینی رہنمائی کے بارہ میں ہندوستان کے ہم مسلمانوں کو آپ ہی حضرات پر پورا اعتماد ہے، اور اس وجہ سے اس فتوے پر آپ ہی کی تصدیقی مہریں ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کفر و بددینی کے اس سیلاب میں بہنے سے روک سکتی ہیں ورنہ فتنہ ایسا شدید ہے کہ ان کا ایمان پر قائم رہنا مشکل ہے، المدد المدد اے خدا کے شیرو! الغیاث الغیاث اے لشکر محمدیؐ کے شہسوارو!![5]

الغرض مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان علماء حرمین کے سامنے جو اصل واقعات سے بالکل بے خبر تھے اور اردو زبان سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ان اکابر جماعت دیوبند کی وہ کتابیں بھی نہیں پڑھ سکتے تھے جن کی طرف مولوی احمد رضا خاں صاحب نے انکار ختم نبوّت وغیرہ کفریہ مضامین منسوب کیے تھے۔ اپنا یہ جعلی فتویٰ اس انداز میں اور اس تمہید کے ساتھ پیش کیا کہ گویا ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اب بس اس فتوے سے اور اس پر علماء حرمین کی تصدیقی مہریں لگ جانے سے وابستہ ہے، اگر یہ نہ ہوا تو گویا وہ سب شدّھی اور مرتد ہو جائیں گے ـــــ نعوذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ!

مکۂ معظمہ اور مدینۂ طیبہ کے بہت سے نیک دل علماء نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی ان سب باتوں کو واقعہ سمجھا اور اس کے بعد جیسا کہ ان کو چاہیے تھا انھوں نے پورے

---

[5] مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جو فتویٰ علماء حرمین کے سامنے پیش کیا تھا جو بعد کو "حسام الحرمین" کے نام سے چھپ کر شائع ہوا، یہ اسی کی تمہید کا ماحصل اور خلاصہ ہے ـــــ جھوٹے آنسوؤں اور جھوٹی آہوں سے اللہ کے نیک بندوں کو متاثر کرنا مکاری کا ایک فن ہے اور مولوی احمد رضا خاں صاحب کی حسام الحرمین کی تمہید اس کا خاص نمونہ، ہم نے تو صرف اپنے الفاظ میں اس کا حاصل اور خلاصہ لکھ دیا ہے

دینی جوش کے ساتھ اس تکفیری فتوے پر تصدیقیں لکھ دیں۔ لیکن بعض اہل فراست کو اپنی ایمانی فراست سے اور بعض کو دوسری اطلاعات سے اس معاملہ میں شک ہو گیا، اور انھوں نے احتیاط فرمائی اور وہ اس جال میں پھنسنے سے بچ گئے۔[1]

قصہ مختصر یہ جعلی فتویٰ جس کی بنیاد محض غلط بیانی اور افترا پردازی پر تھی ہندوستان لاکر حسام الحرمین کے نام سے شائع کیا گیا اور ایک شور و ہنگامہ برپا کر دیا گیا کہ ہندوستان کے ان مشاہیر علماء کرام اور جماعت دیوبند کے اکابر عظام (حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی) کے متعلق مکۂ مکرمہ اور مدینۂ طیبہ کے علماء و مفتیین نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ (معاذ اللہ) یہ سب ایسے قطعی کافر اور مرتد ہیں کہ جو شخص ان کے کافر اور ناری ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر اور جہنمی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی اس چال نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک طوفانی فتنہ کھڑا کر دیا اور شاید ہزاروں، یا لاکھوں سادہ دل بندے جو مولوی احمد رضا خاں صاحب کی فتوے بازی سے بالکل متاثر نہ تھے، علماء حرمین کے نام سے اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے، ہمارے وہ بزرگ جن کی تمام تر توجہ اسوقت ہندوستان میں اسلام کی حفاظت کے بنیادی کاموں درس و تعلیم اور اصلاح و تربیت وغیرہ پر مرکوز تھی اور جنھوں نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تکفیری سرگرمیوں کی طرف کبھی کوئی توجہ نہیں کی تھی، بلکہ ایسے لوگوں سے الجھنا اور ان کی افترا پردازیوں کا جواب دینا بھی جنکے اصول اور ذوق کے خلاف تھا، جب انھوں نے دیکھا کہ اللہ کے بندوں کو علماء حرمین کے ناموں سے

---

[1] اس کی پوری تفصیل حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے رسالہ "الشہاب الثاقب" میں دیکھی جا سکتی ہے ۱۲

دھوکہ دیا جارہا ہے اور وہ بیچارے اس فریب میں آکر فتنہ میں مبتلا ہوئے ہیں تو ان حضرات نے بھی اس فریب کا پردہ چاک کرکے اصل حقیقت کا ظاہر کرنا اپنے لیے ضروری سمجھا ۔۔۔۔ چنانچہ حسام الحرمین میں جن چار متذکرہ صدر بزرگوں کی طرف عقائد کفریہ منسوب کرکے تکفیر کی گئی تھی ان میں سے جو دو بزرگ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور مخدوم الملت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اس وقت اس دنیا میں رونق افروز تھے، انھوں نے اسی زمانے میں اپنے بیانات دیئے جن میں ان کفریہ عقائد سے اپنی برأت ظاہر کی اور صاف لکھا کہ "حسام الحرمین" میں ہماری طرف جو عقائد مولوی احمد رضا خاں صاحب نے منسوب کیے ہیں وہ ان کا ہم پر محض افترا ہے۔ ایسے عقیدے رکھنے والوں کو ہم خود بھی کافر سمجھتے ہیں ۔۔۔۔ ان بزرگوں کے یہ بیانات اس دور کے رسائل السحاب المدرار اور قطع الوتین وغیرہ میں اسی وقت شائع ہو گئے تھے بلکہ حضرت تھانویؒ کا بیان تو ایک مختصر اور مستقل رسالہ کی صورت میں "بسط البنان" کے نام سے بھی شائع ہوا تھا۔

اسی زمانہ میں ایک خاص واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے حجاز سے واپس آجانے کے بعد حرمین شریفین میں خاص کر مدینہ طیبہ میں اس کا چرچا ہوا کہ ہندوستان کے اس مولوی نے جن لوگوں کی تکفیر کی تصدیق کرائی ہیں ان کے عقائد کے بارہ میں اس نے غلط بیانی کی ہے یہ سن کر وہاں کے بعض علماء کرام نے خود علماء دیوبند کی طرف رجوع کر کے معاملہ کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا، چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حسام الحرمین میں ان حضرات کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اور علماء حرمین کے قلوب میں ان کی طرف سے بغض و نفرت پیدا کرنے کے لیے جو کچھ اس کے سوا زبان سے کہا تھا اس سب کو پیش نظر رکھ کر ان حضرات نے ۲۶ سوالات مرتب کیے اور علماء دیوبند سے ان کا جواب چاہا، یہ سب سوالات علماء دیوبند

کے عقائد اور اُن کے مسلک و مشرب ہی سے متعلق تھے، یہاں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رح نے ان کا مفصل اور مدلل جواب تحریر فرمایا جس پر اس دور کے جماعت دیوبند کے قریباً سب ہی اکابر و مشاہیر نے تصدیقات لکھیں اور وہی جوابات حرمین شریفین اور اُن کے علاوہ مصر و شام وغیرہ ممالک اسلامیہ کے علماء اور اہل فتویٰ کے پاس بھی بھیجے گئے جن کی اُن تمام حضرات نے بھی تصدیق اور تائید فرمائی اور لکھا کہ یہی عقیدے اہل السنۃ والجماعۃ کے ہیں اور ان میں کوئی ایک عقیدہ بھی عقائد اہل سنت کے خلاف نہیں ہے ——————

یہ سارے سوالات و جوابات اور ہندوستان اور حرمین شریفین اور دوسرے ممالک اسلامیہ کے علماء کرام کی تصدیقات اسی زمانہ میں اُردو ترجمہ کے ساتھ ایک ضخیم رسالہ کی صورت میں "التصدیقات لدفع التلبیسات" کے نام سے شائع ہو گئے تھے —— پھر اُس وقت سے اب تک بار بار یہ رسالہ چھپتا رہا ہے، واقعہ یہ ہے کہ خدا ترس طالبانِ حق کے لیے صرف یہی رسالہ اس سلسلہ میں کافی تھا اور اب بھی کافی ہے۔

اس کے علاوہ ان حضرات اکابر کے تلامذہ اور خدام میں سے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری نے (جو اُس وقت جماعتِ دیوبند کے نوجوان علماء و فضلاء میں سے تھے) مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اس جعلی فتویٰ حسام الحرمین کے جواب میں السحاب المدرار، الشہاب الثاقب، تزکیۃ الخواطر اور توضیح البیان وغیرہ مستقل رسائل لکھے، جن میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دکھلایا کہ بریلوی خاں صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے بارہ میں حسام الحرمین میں کیا کیا غلط بیانیاں اور اُن کی

عبارات میں کیسی کیسی تحریفیں کی ہیں۔ اور علماء حرمین کو کیا کیا دھوکے دیے ہیں ——— ان رسالوں نے معاملہ کو اور بھی زیادہ صاف کر دیا اور گویا بحث ختم کر دی گئی ——— لیکن مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے تکفیر و تفریق کی مہم اسی طرح جاری رہی مگر ان جوابات کے بعد اس میں کوئی جان نہیں رہی اور بازار سرد پڑ گیا۔

پھر ۴۵-۱۳۴۶ھ (۲۷-۱۹۲۶ء) میں، یعنی حسام الحرمین کی پہلی اشاعت سے قریباً ۲۰ برس بعد مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اخلاف نے اس فتنہ کو پھر ایک دفعہ زور و شور سے اٹھایا اور پھر فتوے بازی، چیلنج بازی، اور اشتہار بازی کے ذریعہ اپنے بازار میں گرمی پیدا کرنے کی کوشش کی اور رنج و افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ بیچارے عام مسلمانوں کو پھر دیکھا گیا کہ مذہب سے ناواقفیت اور سادہ لوحی کی وجہ سے پھر ان فتنہ پردازوں کا شکار ہو رہے ہیں، اور ایسے ایسے جاہل جن کو کلمہ بھی نہیں آتا اُن فتنہ پردازوں کی باتوں سے متاثر ہو کر اور کارِ ثواب سمجھ کر اکابر علماء اور بزرگانِ دین کو کافر کہتے پھر رہے ہیں، گھر گھر خانہ جنگیاں ہیں، اور مسجدیں، اور عیدگاہیں تک میدانِ جنگ بنی ہوئی ہیں۔

اس عاجز راقم السطور نے اسی سال دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث ختم کیا تھا اور حُسنِ اتفاق سمجھیے یا سوء اتفاق کہ میرے وطن اور قرب و جوار میں اس وقت اس فتنے کے شعلے خوب بھڑک رہے تھے ——— حالات کا تقاضا بھی تھا اور جوانی کے جوش کو بھی اس میں ضرور کچھ دخل تھا کہ اس آگ کو بجھانے اور اس کے لگانے والوں کا آخری حد تک مقابلہ اور تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا، پھر قریباً دس سال تک اپنے دوسرے کاموں درس و تصنیف وغیرہ کے ساتھ یہ شغل بھی سرگرمی سے جاری رہا اور یہاں بغیر کسی تواضع اور انکسار کے اس کا ذکر کر دینا ہی مصلحت ہے کہ اپنے نزدیک کوئی کسر باقی نہیں رکھی، جہاں

ضرورت معلوم ہوئی وہاں خود پہونچ کر اس گمبھیر تکفیر کے ان علمبرداروں سے مناظرے بھی کیے اور ان کے دعووں کی تردید میں چھوٹے بڑے مستقل رسائل بھی لکھے جن کی تعداد ۴۰۔۵۰ سے کم نہ ہوگی) بلکہ اب سے اکیس سال پہلے ۱۳۵۲ھ میں جب الفرقان جاری ہوا تھا تو اُس کا خاص موضوع اس وقت اسی فتنہ کا مقابلہ تھا۔

لیکن اجراء الفرقان سے ۳-۴ سال بعد ہی (۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء میں) نظر آیا کہ ہندوستان میں ایک بہت بڑی تبدیلی ہونے والی ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی ساری قوتوں کو اسلام اور مسلمانوں کی اس خدمت پر لگادیں کہ مسلمانوں کے جن طبقوں میں اسلامی شعور کی کمی ہے اور اسلام کے ساتھ ان کا تعلق کمزور ہو' ان میں اسلامی شعور پیدا ہو اور دین کے ساتھ ان کی وابستگی میں پختگی آئے ـــــ دل و دماغ پر اس احساس کا ایسا تسلط ہوا، اور یہ فکر ایسا چھایا، کہ تھوڑے ہی دنوں میں دوسرے تمام کاموں سے دلچسپی ختم ہوگئی اور سارے کام چھوڑ چھاڑ کے بس اسی ایک کام کو اپنا کام بنا لیا ـــــ یہانتک کہ بریلی کے اسی تکفیری فتنہ کی رد میں بعض اہم کتابیں جو اس وقت لکھی جاچکی تھیں لیکن چھپنے کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی اُن کے مسودات کی حفاظت کی بھی فکر نہیں رہی بلکہ ان میں دو کتابیں وہ تھیں جن کے خاصے حصّے کی کتابت بھی ہو چکی تھی، اور صرف اس کا انتظار تھا کہ کتابت مکمل ہو جائے تو کاپیاں پریس میں دے دی جائیں' ان کی بھی کتابت رکوادی گئی اور جو کاپیاں لکھی جاچکی تھیں ان کی حفاظت سے بھی بے پروائی برتی گئی جس کا انجام یہی ہونا چاہیئے تھا اور ہوا کہ وہ ساری کاپیاں اور سارے مسودات ضائع ہو گئے جس کا پہلے تو کوئی افسوس نہیں تھا لیکن اب افسوس ہو اور آج کا احساس یہ ہو کہ "لو استقبلت من امری ما استدبرت لما صنعت ما صنعت"

ہندوستان میں آنے والے جس انقلاب کا احساس اس عاجز کو ۱۹۳۷ء میں ہوا تھا، جسکے نتائج کی فکر نے اپنے دل و دماغ کو اس طرح بدل دیا تھا، وہ ٹھیک دس سال کے بعد ۱۹۴۷ء میں آگیا اور وہ حالات اور وہ آزمائشیں لے کر آیا جن کا بڑے بڑے پیش بینوں کو بھی تصور نہ تھا۔ اس انقلاب میں ہندوستان کے مسلمانوں پر جو کچھ گذری اس کی یاد بھی تکلیف دہ ہے، لیکن امید تھی کہ اس برائی سے ایک بھلائی ضرور پیدا ہوگی کہ ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کچھ عقل آجائے گی اور دین و دنیا کے لحاظ سے اپنے کو بہتر اور قوی تر بنانے والے ٹھوس تعمیری کاموں میں وہ سرگرمی سے لگ جائیں گے اور پھر کوئی بہکانے والا ان کو بہکا کر غلط کاموں میں نہ لگا سکے گا اور بریلی کے اس تکفیری فتنہ جیسا کوئی فتنہ اب ان میں نہیں اٹھ سکے گا ——— لیکن ع "غلط بود انچہ ما پنداشتیم" ——— معلوم ہوا کہ اس ہولناک اور قیامت خیز انقلاب سے بھی یہاں کے بہت سے مسلمانوں نے سبق نہیں لیا اور اپنے نفع و نقصان اور برائی بھلائی کو پہچاننے کی کوئی صلاحیت اپنے اندر پیدا نہیں کی ——— جیسے ہی حالات میں کچھ سکون پیدا ہوا، وہی سب تباہ کن مشغلے اور وہی بے فکریاں اور بیوقوفیاں پھر شروع ہوگئیں، یہاں تک کہ تقریباً دو تین سال سے (جب سے کہ ہندوستان میں حالات کچھ معتدل ہوئے ہیں) ——— بہت سے علاقوں میں بریلی کے اس تکفیری فتنہ کے علمبردار دورے اور ان کی وہی تفریقی سرگرمیاں اور فساد انگیزیاں پھر شروع ہوگئیں ———

قریباً دو ڈھائی سال سے یہ حال ہے کہ کم ایسے دن ہوتے ہیں۔ جن میں اس فتنہ وفساد سے متعلق خطوط ملک کے مختلف حصوں سے نہ آتے ہوں، ان خطوط میں عام طور سے یہی لکھا ہوتا ہے کہ "بریلوی سلسلہ کے فلاں مشہور مکفّر مولوی صاحب ہمارے یہاں آئے ہوئے ہیں، اور یہاں ان کی تقریروں نے فتنہ وفساد کا ایک طوفان برپا کر رکھا ہے ان کی وجہ سے

مسلمانوں میں خانہ جنگی اور سر پھٹول کی صورت پیدا ہوگئی ہے، وہ ہندوستان کے فلاں فلاں اکابر علماء اور بندگان دین کا نام لے لے کر ان کی طرف ایسے گندے عقیدے منسوب کر کے برسرعام ان کی تکفیر کرتے ہیں اور ہندوستان میں دینی و ملّی کام کرنے والی جماعتوں میں سے خاص کر جمعیۃ علماء اور تبلیغی جماعت کے خلاف جھوٹے جھوٹے بہتان لگا کر عام مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت اور اشتعال پیدا کرتے ہیں اور اپنے جاہل سامعین سے ہاتھ اٹھوا اٹھوا کر ان جماعتوں کی مخالفت کرنے کا عہد لیتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ عام مسلمانوں میں دین سے وابستگی پیدا کرنے کا جو کام ہم لوگ کر رہے تھے اس کے راستہ میں رکاوٹیں پڑ رہی ہیں اور جن کی ہم خدمت کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری دشمنی اور ہماری مخالفت کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔

قریباً دو ڈھائی سال سے ملک کے مختلف حصوں سے اس طرح کے خطوط کا تانتا بندھا ہوا ہے اور قریب قریب ہر خط میں یہ اصرار اور تقاضا ہوتا ہے کہ اس شر اور فتنہ سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے اور ان مفتریوں کی افترا پردازی کا جواب دینے کے لیے فوراً پہونچو اور اس سلسلہ کی اپنی فلاں فلاں کتابیں بھجوا دو۔

اس موضوع پر لکھی ہوئی اپنی کتابوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ عرصہ سے قریباً وہ سب نایاب ہیں۔ اور اپنے دل کا حال یہ ہے کہ اس میں یہ یقین اللہ تعالیٰ نے بھر دیا ہے کہ اپنے نفس کی خبر گیری اور اصلاح کی فکر کے بعد اپنے وقت اور اپنی قوتوں کا سب سے بہتر اور قیمتی مصرف ——— خاص کر اس زمانہ میں جبکہ عام مسلمانوں کے ایمانوں پر نرغہ کرنے کی سازشیں بلکہ ——— علانیہ کوششیں ہو رہی ہیں[1] ———

---

[1] اخبار بیں حضرات کو معلوم ہوگا کہ ہندو مہاسبھا اور آریہ سماج نے مل کر شدھی کی تحریک چلانے کا فیصلہ حال ہی میں کیا ہے۔ ۱۲

یہی ہے کہ اُمت محمدیہ کے عوام میں دینی شعور، ایمانی روح اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کا اصلی اور بنیادی کام کیا جائے۔ یہی اس وقت کا جہادِ عظیم ہے۔

علاوہ ازیں اپنے پچھلے دور کے دس سالہ تجربہ کے بعد یہ چیز میرے لیے حق الیقین بن گئی ہے کہ اس تکفیری فتنے کے جو پڑھے لکھے علمبردار اور سرغنے ہیں ان کو کوئی غلط فہمی اور کوئی علمی مغالطہ ہرگز نہیں ہے، وہ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کی طرف جن کافرانہ عقیدوں کی وہ نسبت کرتے ہیں ان سے ہمارے بزرگوں کا دامن بالکل پاک ہے۔ الغرض مجھے اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ یہ ناخداترس محض اپنے دنیوی منافع اور مصالح کے لیے دیدہ و دانستہ ہمارے اکابر پر یہ افترا پردازیاں اور تہمت تراشیاں کرتے ہیں — اس لئے اسکی کوئی امید نہیں کہ اگر انھیں تحریر یا تقریر کے ذریعہ بات سمجھائی جائے تو یہ فتنہ ختم ہو جائے گا ایک دو دفعہ نہیں بار بار تحریر کے ذریعہ بھی اور تقریر اور زبانی گفتگو کے ذریعہ بھی ان کو سمجھانے کی کوشش کی جا چکی ہے۔ کتابیں لکھی گئیں، مناظرے بھی کیے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسکی توفیق و مدد سے ان کتابوں اور ان مناظروں میں بات کو اس طرح سلجھایا اور سمجھایا گیا کہ اگر فی الحقیقت کوئی غلط فہمی ہوتی یا کوئی علمی مغالطہ ہوتا تو یہ قضیہ اب سے بہت پہلے بالکل ختم ہو چکا ہوتا لیکن واقعہ یہ ہے کہ چونکہ یہ فتنہ انگیزی اب ان کا پیشہ اور معاشی ذریعہ ہے، اسلئے انھیں اگر ہزار دفعہ بھی سمجھایا جائے تو یہ مان کے نہ دیں گے، ان کا حال بالکل اُن عناد پیشہ دشمنانِ حق کا سا ہے جن کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ (انھوں نے نہ مانا اور انکار ہی پر جمے رہے حالانکہ اُن کے دل مان چکے تھے)

اس لیے میرا یقین ہے کہ ان پیشہ وروں کو مخاطب بنا کے سمجھانے کی کوشش کرنا اب صرف اپنے وقت کو ضائع کرنا اور اُن کے کاروبار کو فروغ دینا ہے، لہٰذا میری قطعی رائے

ہے کہ اُن سے اب بالکل صرفِ نظر کرلیا جائے اور قرآن مجید کے الفاظ میں اُن کے بارہ میں اپنی اس پالیسی کا صاف اعلان کردیا جائے کہ :۔

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (شوریٰ ع ۲)

(یعنی ہماری طرف سے حجت تمام کی جاچکی، اب اسکے بعد ہمارے تمہارے درمیان کسی حجت اور بحث کی گنجائش نہیں رہی، اب ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن احکم الحاکمین کے دربار ہی میں ہوگا)

الغرض اس تکفیری فتنہ کے جو علمبردار اور سرغنے ہیں جنھوں نے اس فتنہ انگیزی کو اپنا پیشہ اور کاروبار بنا لیا ہے اُن کی طرف تو اب روئے سخن بالکل نہ کیا جائے البتہ جو بیچارے عام مسلمان ان کی مولویانہ صورتوں اور مولویانہ کپڑوں سے دھوکا کھا کر اس تکفیری فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اُن کا بیشک حق ہے کہ مناسب طریقوں سے انھیں سمجھایا جائے اور اس فتنہ سے ان بیچاروں کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔

اس سلسلہ میں ایک ابتدائی اور عمومی طریق کار تو یہ ہے کہ جس جگہ یہ فتنہ نمودار ہو وہیں کے پڑھے لکھے سمجھدار مسلمانوں کو اس فتنہ کی اصل حقیقت اور ان فتنہ گروں کی واقعی حیثیت سمجھادی جائے اور پھر وہی اپنے یہاں کے عوام کو سمجھانے کی کوشش کریں۔

نیز ضرورت ہو تو خاص اس مقصد کے لیے جلسے بھی کیے جائیں اور ان میں ان حضرات سے تقریریں کرائی جائیں جو اس فتنہ سے اور ان فتنہ گروں سے واقفیت رکھتے ہوں۔

نیز اس سلسلہ میں ایک دو ایسی کتابوں کا چھپ جانا بھی ضروری ہے جن میں ان ناخدا ترس مفتریوں کے ان بہتانوں کا جو یہ ہمارے اکابر اور بزرگانِ دین پر لگاتے ہیں، پوری تحقیق اور تفصیل کے ساتھ سنجیدہ اور عام فہم الفاظ میں کافی شافی جواب دیا گیا ہو، جن کا

مطالعہ کرکے ہر پڑھا لکھا طالب حق اصل حقیقت سمجھ سکتا ہو اور دوسروں کو بھی سمجھا سکتا ہو۔

الحمدللہ اس مقصد کے لیے کسی نئی کتاب کی تالیف اور تیاری کی بالکل ضرورت نہیں، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اس سلسلہ میں جو کام پہلے دور میں ہو چکا ہے وہی ہمیشہ کے لیے کافی ووافی ہے، ضرورت صرف اسکی ہے کہ اس سلسلہ کی جو اہم اور زیادہ مفید کتابیں عرصہ سے نایاب ہو چکی ہیں اُن کے چھپنے کا کوئی انتظام ہو جائے۔

اگرچہ اس قسم کا کوئی کام کرنا اب اپنے ذوق پر گراں ہوتا ہو لیکن دو ڈھائی سال سے اس سلسلہ کے خطوط کا جو تسلسل ہے اور اس فتنہ کے متعلق جو اطلاعات ملک کے مختلف حصوں سے آرہی ہیں اُن سے متاثر اور مجبور ہو کر اتنا کام اس عاجز نے کر دیا ہے کہ اب سے ۲۱ سال پہلے مولوی احمد رضا خاں صاحب کے فتوے "حسام الحرمین" کا جو آخری جواب معرکۃ القلم کے نام سے اس عاجز نے لکھا تھا جس کا لقب یا دوسرا نام "فیصلہ کن مناظرہ" تھا، (اور جو تقریباً بیس برس سے بالکل نایاب تھا یہاں تک کہ اس کا کوئی نسخہ میرے پاس بھی محفوظ نہ تھا) کسی طرح ایک نسخہ اس کا فراہم کر کے اور ایک سرسری نظر اس پر ڈال کر اور کچھ لفظی ترمیمیں کر کے اس کو طباعت کے لیے تیار کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ فتنہ گر مکفرین حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر جو خبیث اور گندے بہتان لگاتے ہیں، اب سے ۱۹۔۲۰ سال پہلے چند مقالات ان کے جواب میں لکھے تھے ان میں کا ہر مقالہ گویا ایک مستقل رسالہ تھا، یہ تمام مقالات بھی اسی زمانہ سے نایاب تھے اب جب ضرورت محسوس ہوئی اور کوشش کی گئی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ سب مقالات بھی دستیاب ہو گئے اور نظر ثانی کر کے ان سب کو بھی ایک مستقل کتاب کی شکل میں مرتب کر کے تیار کر دیا۔

بریلوی سلسلہ کے عام مکفرین ہمارے اکابر کے متعلق جن بہتانوں کو اپنی تقریروں میں زیادہ تر دُہراتے اور اُچھالتے ہیں اور جن پر تکفیر کی بنیاد رکھتے ہیں، ان کے جواب کے لیے بفضلہ تعالیٰ بھی دو رسالے امید ہے کہ کافی ہوں گے جو تیار کر کے ایک عزیز کے حوالے کر دیے گئے ہیں، وہ عزیز اُن کو چھاپنے کا ارادہ کر رہے ہیں اگر وہ انتظام کر سکے تو توقع ہے کہ انشاء اللہ دو تین مہینے میں یہ دونوں رسالے تیار ہو جائیں گے[1]

ملک کے مختلف صوبوں اور علاقوں کے جو احباب بریلی کے اس تکفیری فتنہ کی اس نئی شورش سے پریشان ہو ہو کر اس عاجز کو خطوط لکھتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ میں پھر اس کی طرف توجہ کروں، اُن سے گزارش ہے کہ اپنے موجودہ حالات و مشاغل میں اس فتنہ کی شر سے عام مسلمانوں کو بچانے کے سلسلے میں اس وقت صرف اتنی ہی خدمت اس عاجز نے اپنے ذمہ ضروری سمجھی کہ اپنی رائے، اپنا مشورہ اور اپنا تجربہ تفصیل سے ان صفحات میں عرض کر دیا اور اس سلسلہ میں جن دو کتابوں کی اشاعت ضروری سمجھی نظرِ ثانی کر کے ان کو طباعت کے لیے تیار کر دیا، اور جو عزیز ان کو چھاپنا چاہتے ہیں اُن کو اجازت دے دی — اس سے زیادہ جس قسم کی توجہ کے لیے احباب اپنے خطوط میں اصرار کرتے ہیں، اس عاجز کے اوقات اور مشاغل و مصروفیات میں اب اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَاجْعَلْ آخِرَتَنَا خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی۔

---

[1] ان میں پہلا رسالہ "فیصلہ کن مناظرہ" چھپ کر ناظرین کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے اور دوسرا بھی الحمد للہ چھپ چکا ہے اس کا نام ہے "حضرت شاہ اسمٰعیل شہید پر اہل بدعت کے الزامات"۔

تعارف اور معذرت

یہ رسالہ — فیصلہ کن مناظرہ — جو دراصل مولوی احمد رضا خاں صاحب کے فتوے — "حسام الحرمین" — کا مفصل جواب اور مدلّل رد ہے ناظرین کو مطالعہ سے پہلے اس کی دلچسپ تاریخ اور اس کی خاص نوعیت بتا دینا ضروری ہے۔

اب سے ۲۱۔۲۲ سال پہلے کی بات ہے، شوال ۱۳۵۲ھ میں "حسام الحرمین" کے مضامین پر ایک خاص نوعیت کا مناظرہ لاہور میں ہونا قرار پایا تھا، اس کی اہم خصوصیت یہ بھی کہ فریقین کے اُن مقامی نمائندوں نے جن کو ابتدائی بنیادی امور طے کرنے کے لیے فریقین نے اپنی اپنی طرف سے نامزد کیا تھا، اس مناظرہ کو "فیصلہ کن مناظرہ" بنانے کے لیے تین نہایت اہم اور ممتاز شخصیتوں کو اس مناظرہ کا حَکَم بھی تجویز کر لیا تھا — ایک ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال مرحوم، دوسرے علامہ اصغر علی روحی مرحوم (پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور) تیسرے شیخ صادق حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا (امرتسر) اور ان تینوں حضرات نے فریقین کی درخواست پر حَکَم بننا منظور بھی فرما لیا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ بریلی کے تکفیری فتنہ کی پوری تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ بریلویوں کے نمائندوں نے اس نزاع کے فیصلہ کے لیے تحکیم کے اصول کو مانا اور مذکورۂ بالا تینوں شخصیتوں پر اتفاق بھی ہو گیا، ہم نے اس موقع کو بہت ہی غنیمت جانا اور طے کر لیا کہ جس طرح بھی ہو یہ مناظرہ ہو ہی جانا چاہیے۔

اس مناظرہ میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کے تکفیری فتوے "حسام الحرمین" کے متعلق یہ ثابت کرنے کی ذمہ داری کہ وہ غلط و باطل ہے اور اس کی بنیاد جعلسازی اور افترا پردازی پر ہے۔ جماعت دیوبند کے نمائندہ اور وکیل کی حیثیت سے راقم سطور کے سپرد تھی اور اس سلسلے میں مجھے جو کچھ اپنے پہلے بیان میں حکم صاحبان کے سامنے کہنا تھا اور حسام الحرمین پر جو بحث کرنی تھی اس کو میں نے اس خیال سے قلمبند بھی کر لیا تھا کہ اس کی ایک کاپی اسی وقت حکم صاحبان کو اور ایک فریق مخالف کو دی جاسکے۔

لیکن اس مناظرہ کا حشر یہ ہوا کہ جب وہ تاریخ قریب آئی اور ہم لوگ (یعنی راقم سطور محمد منظور نعمانی اور جناب مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہانپوری و جناب مولانا محمد اسمعیل صاحب سنبھلی جو اس دور میں بریلی کے اس تکفیری فتنہ کے مقابلہ میں اکثر موقعوں پر ساتھ رہا کرتے تھے) لاہور پہونچے تو بریلوی نمائندوں نے اس مناظرہ میں اپنی شکست بلکہ سچ یہ ہے کہ اپنے برپا کیے ہوئے تکفیری فتنہ کی موت دیکھتے ہوئے اپنی روایتی حیلہ بازیوں کے ذریعہ پہلے تو تحکیم کی طے شدہ قرارداد سے انحراف کیا اور اس کے بعد اپنے مفسدانہ مظاہروں اور اشتعال انگیزیوں کے ذریعہ امن کے ذمہ دار حکام کو اس پر مجبور کر دیا کہ وہ سرے سے مناظرہ ہی نہ ہونے دیں ـــــ بالآخر یہی ہوا اور ہماری ہر طرح کی کوششوں کے باوجود وہ مناظرہ نہیں ہوسکا۔ ان تمام واقعات کی پوری تفصیل چونکہ اسی زمانہ میں رسالہ الفرقان کے ابتدائی نمبروں میں اور اس رسالہ "فیصلہ کن مناظرہ" کے پہلے اڈیشن میں شائع ہو چکی ہے۔ اس لیے اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

قصہ مختصر جب لاہور میں یہ مناظرہ نہیں ہو سکا تو اس عاجز نے اپنا بیان جو اس مناظرہ کے لیے قلمبند کرالیا تھا پہلے قسط وار الفرقان میں اور اس کے بعد مستقل کتابی شکل میں "فیصلہ کن مناظرہ" ہی کے نام سے شائع کرادیا۔

لاہور میں ہونے والے اس مناظرہ میں بریلوی جماعت کی طرف سے اصل فریق چونکہ مولوی حامد رضا خاں صاحب (خلف اکبر و جانشین جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب) قرار پائے تھے اس لیے میرے بیان میں روئے سخن ان ہی کی طرف تھا اور جا بجا ان کے نام کے ساتھ ان سے خطاب تھا لیکن اب ۲۱-۲۲ سال کے بعد جب اس کی اشاعت کی پھر ضرورت محسوس ہوئی اور اس غرض سے میں نے اس کو دیکھا تو اس خطاب خاص اور انکے نام کو نکال دینا مناسب سمجھا۔ اگر بالفرض کہیں باقی رہ گیا ہو تو اس کو سہو سمجھا جائے۔

اس کے علاوہ بھی بعض مقامات پر کچھ لفظی ترمیمیں کی ہیں ــــ مگر اسکے بعد بھی میں ناظرین سے بطور معذرت یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر فرصت میسر ہوتی تو میں اس کی زبان اور طرز بیان کو یکسر بدل ڈالتا اور خالص تفہیمی انداز میں نئے سرے سے لکھتا ــــ لیکن کتاب کی اشاعت چونکہ جلد سے جلد ضروری تھی اور میرے اوقات میں اس کی بالکل گنجائش نہ تھی کہ میں پوری کتاب کو نئے طرز پر اور نئی زبان میں از سر نو لکھوں اس لیے مجبوراً اسی حال میں اشاعت کے لیے دے رہا ہوں۔

دعا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے جن مقبول بندوں کی طرف سے اس میں مدافعت اور جوابدہی کی گئی ہو، ان کے جن اعمال و احوال سے ان کا رب کریم راضی ہو اُن کا کوئی ذرہ اس ناچیز کو بھی نصیب فرمائے اور ان ہی کی برکت سے اس کتاب کو نافع بنائے ــــ آمین!

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

١

حضرت مولٰنا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ پر
انکارِ ختم نبوت کا بہتان

مولوی احمد رضا خاں صاحب حسام الحرمین صفحہ ۱۲ و ۱۳ پر (جہاں سے اکابر علماء اہلسنت کی تکفیر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) کے متعلق لکھتے ہیں :-

قاسم النانوتوی صاحب تحذیر الناس وھو القائل فیہ لو فرض فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل لو حدث بعدہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذالک بخاتمیتہ وانما یتخیل العوام انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین

قاسم نانوتوی جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے اس رسالہ میں لکھا ہو بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہو بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو

مع انه لا فضل فیه اصلاً
عند اهل الفهم الی آخر ما
ذکر من الهذیانات وقد قال
فی التتمة والاشباه وغیرهما
اذا لم یعرف ان محمداً
صلی الله تعالیٰ علیه وسلم
آخر الانبیاء فلیس بمسلم
لانه من الضروریات۔
(حسام الحرمین ص ۱۲)

رسول اللہ عہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہو کہ
آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر
روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات
کچھ فضیلت نہیں الخ حالانکہ فتاوے تتمہ
اور الاشباہ والنظائر وغیرہما میں تصریح
فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو سب سے پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں
کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء
ہونا سب انبیاء سے زمانہ میں پچھلا ہونا ضروریات
دین سے ہے۔ (ترجمہ) (حسام الحرمین ص ۱۲)

یہ بندہ عرض کرتا ہے کہ خاں صاحب بریلوی نے اس عبارت میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے متعلق کفر کا جو حکم لگایا ہو اس عاجز کے نزدیک وہ دھوکہ اور فریب کے سوا کچھ بھی نہیں، خاں صاحب موصوف اتنے بے علم اور کم سمجھ بھی نہیں تھے کہ ان کے اس فتوے کو ان کی کم علمی اور ناسمجھی کا نتیجہ سمجھا جا سکے۔ واللہ اعلم

اس فتوے کے غلط اور محض تلبیس و فریب ہونے کے چند وجوہ یہ ہیں۔

پہلی وجہ | مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس جگہ تحذیر الناس کی عبارت

عہ تحذیر الناس میں لفظ رسول اللہ کے بعد "صلعم" چھپا ہوا ہے، ہر شخص آج بھی دیکھ سکتا ہے لیکن مولوی احمد رضا خاں صاحب نے مسلمانوں کو بدظن کرنے کے لیے اس کو اڑا دیا۔ یہ ہے ان کی دیانت ۱۲

نقل کرنے میں نہایت افسوسناک تحریف سے کام لیا ہے جس کے بعد کسی طرح اس کو تحذیرالناس کی عبارت نہیں کہا جاسکتا۔ اصل حقیقت یہ ہو کہ یہ عبارت تحذیرالناس کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں سے جوڑ کر بنائی گئی ہے۔ اس طرح کہ ایک فقرہ صہ ۳ کا ہو اور ایک صہ ۱۴ کا اور ایک صہ ۲۸ کا اور صفحات کا نمبر درکنار، فقروں کے درمیان امتیازی خط (ڈیش) تک نہیں دیا گیا ہو جسکی وجہ سے کسی طرح دیکھنے والا یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مختلف مقامات کے فقرے ہیں، بلکہ وہ یہی سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ یہ مسلسل ایک عبارت ہو، پھر اسی پر بس نہیں بلکہ خالص کفر کا مضمون بنانے کے لیے خاں صاحب موصوف نے فقروں کی ترتیب بھی بدل دی ہو اس طرح کہ پہلے صہ ۱۴ کا فقرہ لکھا ہے اسکے بعد صہ ۲۸ کا پھر صفحہ ۳ کا۔

خاں صاحب کے اس ترتیب بدل دینے کا یہ اثر ہوا کہ تحذیرالناس کے تینوں فقروں کو اگر علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکار ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہوسکتا لیکن یہاں انھوں نے جس طرح تحذیرالناس کی عبارت نقل کی ہے اُس سے صاف ختم نبوت کا انکار مفہوم ہوتا ہے اور یہ صرف آپ کی قلم کاری کا نتیجہ ہے ورنہ مصنف تحذیرالناس کا دامن اس سے بالکل پاک ہے جیسا کہ انشاءاللہ ہمارے آئندہ بیان سے مفصل معلوم ہو جائے گا اور تحذیرالناس کی ان عبارات کا جو عربی ترجمہ آپ نے علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا ہے اس میں تو اور بھی غضب ڈھایا ہے اور دیدہ دلیری کے ساتھ جعلسازی کی انتہا کر دی ہے۔ حرکت یہ کی ہو کہ صہ ۱۴ اور صہ ۲۸ کے پہلے دونوں فقروں کو توڑ پھوڑ کے ایک ہی فقرہ بنا ڈالا ہے اس طرح کہ پہلے فقرہ کا مسند الیہ حذف کیا اور دوسرے ہی کے مسند الیہ کو پہلے کا بھی مسند الیہ بنا دیا جس کے بعد کسی کو وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ یہ مختلف جگہ کی عبارتیں ہیں اور انھیں کارروائیوں کو قرآن

کی زبان میں تحریف کہتے ہیں۔

قرآن عزیز میں بنی اسرائیل کی تحریف کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے "یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ" اور خود خاں صاحب موصوف نے بھی ایک جگہ اس قسم کی کارروائی کو "خوفناک تحریف" تبلایا ہے۔ کسی شخص نے جس کا فرضی نام خاں صاحب کے رسالہ "بریق المنار" میں زید لکھا گیا ہے تَتَّخِذُوْنَ عَلَیْھِمْ مَسَاجِدَ کو قرآن عظیم کا لفظ لکھ دیا ہے اس کے متعلق موصوف اسی "بریق المنار" کے صہ۱ پر لکھتے ہیں کہ

"سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے کہ "تَتَّخِذُوْنَ عَلَیْھِمْ مَسَاجِدَ" کو قرآن عظیم کا لفظ کریم بنا لیا حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں یہ تینوں لفظ متفرق طور پر قرآن عظیم میں ضرور آئے ہیں۔"

خاں صاحب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ کتاب کے متفرق جگہ کے الفاظ کو جوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنا کر اس کتاب کی طرف منسوب کر دینا نہایت خوفناک تحریف ہے اور اس قسم کی تحریفات سے اصل مضمون کا بدل جانا اور کسی اسلامی کلام کا خالص کفر ہو جانا بالکل بعید نہیں۔ تحذیر الناس تو بہر حال ایک بشر کی کتاب ہے اگر کوئی بدنصیب کلام اللہ میں اس قسم کی تحریف کر کے کفریہ مضامین بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے بلکہ اس کو شاید اتنی محنت بھی نہ کرنی پڑے جتنی کہ خاں صاحب نے کی کہ ایک فقرہ صہ۱۴ کا لیا اور ایک صہ۲۸ کا اور ایک صہ۳ کا، وہ قرآن حکیم کی ایک ہی سورۃ بلکہ ایک ہی آیت میں اس قسم کا رد و بدل کر کے کفریہ مضامین نکال لے گا۔ مثلاً قرآن عزیز میں ارشاد ہے "اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ" اور اس کا مطلب یہ ہے کہ "نیکوکار جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں"۔ اب اگر خاں صاحب کا کوئی مرید یا شاگرد خاں صاحب کی سنت پر

عمل کر کے اس آیت کریمہ میں صرف اس قدر تحریف کر دے کہ "نعیم" کی جگہ "جحیم" پڑھے اور "جحیم" کی جگہ "نعیم" تو مطلب بالکل اُلٹا ہو جائے گا اور کلام صریح کفر ہوگا۔ حالانکہ اس میں سب لفظ قرآن ہی کے ہیں صرف دو لفظوں کی جگہ بدل گئی ہے ـــــ یہ صرف ایک مثال عرض کر دی گئی ہے اگر ناظرین غور فرمائیں تو اس قسم کی سیکڑوں اور ہزاروں مثالیں نکل سکتی ہیں بلکہ یہاں تو الفاظ کی جگہ بدلی ہے بعض صورتوں میں تو صرف حرکات کی جگہ بدل جانے سے بھی کفر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے "وَعَصٰی آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی" اگر کوئی بدبخت دیدہ و دانستہ "آدم" کی "میم" اور "ربہ" کی "با" کی حرکتیں بدل دے اس طرح کہ "میم" پر پیش کی جگہ پر زبر پڑھے اور "با" پر زبر کی جگہ پیش تو یہی پاکیزہ کلام جس کی تلاوت باعث ثواب ہے صرف اسی قدر ردوبدل سے خالص کفر ہو جائے گا۔

بہرحال یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ بعض اوقات کلام میں معمولی سی تحریف کر دینے سے مضمون بدل جاتا ہے اور اس میں اسلام و کفر کا فرق ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس قدر زبردست اُلٹ پلٹ کی جائے کہ مختلف صفحات کے فقروں کو توڑ پھوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنائی جائے اور فقروں کی ترتیب بھی بدل دی جائے پس چونکہ خاں صاحب نے تحذیر الناس کی عبارتوں میں اس قسم کی تحریف کر کے کفر کا حکم لگایا ہے اور ان کی اس تحریف اور اُلٹ پلٹ نے تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب بالکل بدل دیا ہے اور اس میں ختم نبوت زمانی کے انکار کے معنی پیدا کر دیے ہیں، اس لئے ہم ان کے اس فتوے کو دانستہ فریب اور معاندانہ تلبیس سمجھنے پر مجبور ہیں۔

دوسری وجہ دوسری وجہ اور دوسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ خانصاحب نے

عبارت تحذیر الناس کے عربی ترجمہ میں ایک نہایت افسوس ناک خیانت یہ کی ہے کہ تحذیر ص۳ کی عبارت اس طرح تھی :-

"مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

ظاہر ہے کہ اس میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے جو بطور مفہوم مخالف فضیلت بالعرض کے ثبوت کو مستلزم ہے(۱)۔ مگر خاں صاحب نے اس کا عربی ترجمہ اس طرح کر دیا :-

"مع انہ لا فضل فیہ اصلا عند اھل الفھم"

جس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں، اور اس میں ہر قسم کی فضیلت کی نفی ہوگئی اور ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ (کما لا یخفی)

تیسری وجہ تیسری وجہ اور تیسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ "تحذیر الناس" کے جو فقرے خاں صاحب نے اس موقع پر نقل کئے ہیں ان کا "ماسبق و مالحق" (جس سے ان کا صحیح مطلب واضح ہو جاتا اور ناظرین کو غلط فہمی کا موقع نہ رہتا) حذف کر دیا ہے (اس کا ثبوت آگے آتا ہے)

چوتھی وجہ ہمارے خیال کی چوتھی وجہ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ خاں صاحب کے اس حکم کفر کی تمامتر بنیاد اس پر ہے کہ "تحذیر الناس" میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے حالانکہ

---

(۱) یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ مفہوم مخالف مصنفین کے کلام میں معتبر ہے۔ علامہ شامی رد المحتار میں ارقام فرماتے ہیں :- فی انفع المسائل مفہوم التصنیف حجۃ رد المحتار ص۴۴۶ ج ۳، اور اس مسئلہ میں حنفیہ اور شافعیہ کا جو اختلاف مشہور ہے وہ صرف نصوص شرعیہ تک محدود ہے۔ ۱۲ منہ

اُس میں اول سے آخر تک ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا انکار نکل سکے بلکہ تحذیر الناس کا تو موضوع ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی، زمانی مکانی وغیرہ کی حمایت اور حفاظت ہے بالخصوص ختم نبوت زمانی کے متعلق تو اس میں نہایت صاف اور واضح تصریحات ہیں، چنانچہ "تحذیر الناس" ص۳ پر اس فقرہ کے بعد جس کو فاضل بریلوی نے سب سے آخر میں نقل کیا ہے۔ مولانا مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

"بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدباب مذکور (یعنی سدباب مدعیان نبوت) خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دو بالا ہوجاتی ہے"۔

نیز اسی تحذیر الناس کے ص۱ پر مولانا مرحوم اپنے اصل مدعا کی توضیح سے فارغ ہوکر تحریر فرماتے ہیں کہ:

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے، ادھر تصریحات نبوی مثل "انت منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او کما قال"۔ جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے[1] اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر

---

(۱) یہاں یہ بات خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ ختم نبوت زمانی پر صراحۃً دلالت کرنے والی "لا نبی بعدی" جیسی حدیثیں بھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے نزدیک، قرآن کریم کے لفظ "خاتم النبیین" ہی سے ماخوذ ہیں۔ یعنی مولانا موصوف کا یہ خیال اور دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن حدیثوں میں اپنا سب سے آخری نبی ہونا اور

(بقیہ ص۴۲ پر دیکھو)

اس پر اجماع بھی منعقد ہوگیا۔ گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں، سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ، باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے، ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔"

اس عبارت میں مولانا مرحوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کو پانچ طریقوں سے ثابت فرمایا ہے۔

(۱) یہ کہ حضور اقدس کے لئے خاتمیت زمانی نص "خاتم النبیین" سے بدلالت مطابقی ثابت ہو، اس طور پر کہ خاتم کو ذاتی اور زمانی سے مطلق مانا جائے۔

(۲) یہ کہ بطور عموم مجاز لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر مطابقی ہو۔

(۳) یہ کہ دونوں میں سے ایک پر مطابقی ہو اور دوسرے پر التزامی (اور ان تینوں صورتوں میں خاتمیت زمانی نص قرآن سے ثابت ہوگی۔

(۴) یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے

(۵) یہ کہ خاتمیت زمانی پر امت کا اجماع ہے۔

ان پانچ طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی ثابت کرنے

(بقیہ صـ ۳۹) اپنے بعد کسی اور نبی کا نہ آنا بیان فرمایا ہے، وہ قرآن پاک کے لفظ خاتم النبیین ہی سے ماخوذ ہے اور گویا اُسی کی تفسیر اور تشریح ہے۔ اس صاف اور واضح تصریح کے ہوتے ہوئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا یا یہ کہنا کہ وہ قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی کا مطلب نکالنے کو "عامیانہ خیال" کہتے ہیں کیسی بے شرمی کی بات ہے، مولاناؒ نے تو صرف حصر کو عوام کا خیال بتلایا ہے جس کی تفصیل اور توضیح آگے آتی ہے۔

کے بعد مولانا مرحوم نے یہ بھی تصریح فرما دی کہ خاتمیت زمانی کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ دوسرے ضروریات و قطعیات دین کا

"تحذیر الناس" کی ان واضح تصریحات کے باوجود یہ کہنا کہ اس میں ختم نبوت زمانی کا انکار کیا گیا ہے، سخت ظلم اور فریب نہیں تو کیا ہے۔

پھر اس قسم کی تصریحات تحذیر الناس میں ایک ہی دو جگہ نہیں بلکہ مشکل سے اس کا کوئی صفحہ اس کے ذکر سے خالی ہو گا۔ اس وقت ہم تحذیر الناس کی صرف ایک عبارت اور ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس میں مولانا نانوتوی مرحوم نے ایک نہایت ہی عجیب و غریب فلسفیانہ انداز میں ختم نبوت زمانی کو بیان فرمایا ہے، تحذیر الناس کے ص۲۱ پر ہے۔

"درصورتیکہ زمانے کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہو گا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے، سو حرکت سلسلۂ نبوت کے لئے نقطۂ ذات محمدی منتہیٰ ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور ساق مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطۂ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکاں زمین و زماں کو شامل ہے"۔

پھر اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ:۔

"منجملہ حرکات حرکتِ سلسلۂ نبوت بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلعم وہ حرکت مبدل بسکون ہوئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانۂ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ بھی وجہ ہے"۔ (تحذیر الناس ص۳۱)

پھر تحذیر الناس ہی پر منحصر نہیں، حضرت مرحوم کی دوسری تصانیف میں بھی بکثرت اس قسم کی تصریحات موجود ہیں، محض بطور نمونہ مناظرۂ عجیبہ کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں،

مناظرۂ عجیبہ کا مضمون جہاں سے شروع ہوتا ہے اسکی پہلی سطر یہ ہے :-

"حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی توسب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ آپ اوّل المخلوقات ہیں"

پھر اُسی کے صفحہ ۳۹ پر فرماتے ہیں :-

"خاتمیت زمانی اپنا دین وایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں"۔

پھر اسی کے صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں :-

"خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں بلکہ یوں کہیے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی، افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دئے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر کسی کو نہیں سمجھتا"۔

پھر اسی کے صفحہ ۶۹ پر فرماتے ہیں :-

"ہاں یہ مسلّم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے"۔

پھر اسی کے صفحہ ۱۰۳ پر فرماتے ہیں :

"بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں، جو اس میں تأمّل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں"۔

یہ پانچ عبارتیں صرف مناظرۂ عجیبہ کی ہیں، اس کے بعد حضرت نانوتوی مرحوم کی آخری تصنیف "قبلہ نما" سے ایک عبارت اور نقل کی جاتی ہے۔ "قبلہ نما" کے صفحہ ۱۱ پر ہے۔

"آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دین حکم نامۂ خداوندی کا

نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا وہی شخص سردار ہوگا کیونکہ اسی کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے۔"

حضرت قاسم العلوم قدس سرہٗ کی یہ کل دس عبارتیں ہوئیں، کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی صاحبِ دیانت اور صاحبِ عقل کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص ختم نبوت زمانی کا منکر ہے؟ لیکن افترا پردازی کا کوئی علاج نہیں، ایسے ہی مفتریوں کے متعلق عارف جامیؒ نے کہا ہے :-

چنیں کردند خلقے در تماشا ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا
کزیں روئے نکو بدکاری آید وزیں دلدار دل آزاری آید

حضرت نانوتویؒ مرحوم کی مختلف تصانیف کی مذکورہ بالا تصریحات اور دوسرے علماء دیوبند کی وہ علمی اور عملی مساعی، جو قادیانی جماعت کے مقابلہ میں اسی مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اب تک کتابوں اور مناظروں کی شکل میں ظہور پذیر ہو چکی ہیں اور جن سے تمام اسلامی دنیا واقف ہے ختم نبوت کے متعلق بانیٔ دارالعلوم دیوبند اور جماعت علمائے ہند کی پوزیشن واضح کرنے کے لئے انصاف والی دنیا کے نزدیک کافی سے زائد ہیں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ تحذیر الناس کے ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب بھی عرض کر دیا جائے جن کو جوڑ توڑ کر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اُس کے مصنف پر ختم نبوتِ زمانی کے انکار کا بہتان لگایا ہے

لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ اختصار کے ساتھ قرآن مجید کے لفظ "خاتم النبیین" کی تفسیر کے متعلق مولانا نانوتوی مرحوم کا مسلک اور نقطۂ نظر واضح کر دیا جائے۔

حضرت نانوتوی مرحوم اور تفسیر خاتم النبیین

تمہید اولاً بطور تمہید گزارش ہے کہ رسول خدا (روحی وقلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے نفس الامر میں دو قسم کی خاتمیت ثابت ہے۔ ایک زمانی جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کا زمانہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ کے بعد اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

دوسرے خاتمیت ذاتی جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں اور دوسرے انبیاء (علیہ وعلیہم السلام) بالعرض یعنی اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست نبوت عطا فرمائی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور کے واسطے سے، جس طرح (بلا تشبیہ) خداوند تعالیٰ نے آفتاب کو بغیر کسی واسطے کے روشن فرمایا اور اس کی روشنی عالم اسباب میں کسی دوسری روشن چیز سے مستفاد نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالات نبوت براہ راست بلا کسی واسطے کے عطا فرمائے اور آپ کی نبوت کسی دوسرے نبی کی نبوت سے مستفاد نہیں ——
اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مہتاب اور دوسرے ستاروں کو آفتاب کے واسطے سے منور فرمایا اور وہ اپنی نورانیت میں آفتاب کے نور کے محتاج ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو کمالاتِ نبوت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا فرمائے گئے اور وہ حضرات باآنکہ حقیقۃً نبی ہیں لیکن اپنی نبوت میں آفتاب آسمان نبوت حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فیض کے دست نگر ہیں (وھذا کلّہ باذن اللہ تعالٰی)

اور جس طرح کہ ہر موصوف بالعرض کا سلسلہ کسی موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں چلتا، مثلاً تہ خانوں میں آئینوں کے ذریعہ جو روشنی پہنچائی گئی ہے اسکے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ آئینہ سے آئی اور آئینہ کی روشنی کو کہا جا سکتا ہے کہ وہ آفتاب کا عکس ہے لیکن آفتاب پر جاکر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور کوئی نہیں کہتا کہ آفتاب کی روشنی عالم اسباب میں فلاں روشن چیز کا عکس ہے، (کیونکہ آفتاب کو اللہ تعالیٰ نے خود روشن بنایا ہے) اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء کی نبوت سے مستفاد ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جاکر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور آپکے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ کی نبوت فلاں نبی کی نبوت سے مستفاد ہے، (کیونکہ آپ باذن اللہ تعالیٰ نبی بالذات ہیں) بس اسی کو خاتم ذاتی کہا جاتا ہے، اور اسی مرتبہ کا نام خاتمیت ذاتیہ ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی مرحوم اور بعض دوسرے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن عزیز میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے، ذاتی بھی اور زمانی بھی، اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمیت مراد لیتے ہیں یعنی صرف زمانی۔

بہر حال حضرت مولانا مرحوم اور عوام کا نزاع نہ ختم نبوت زمانی میں ہے نہ اس میں کہ قرآنی لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی مراد لی جائے (کیونکہ مولانا کو یہ دونوں چیزیں تسلیم ہیں) بلکہ نزاع صرف اس میں ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت

زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے یا نہیں، حضرت مولانا اس کے قائل اور مثبت ہیں اور انھوں نے اس کی چند صورتیں لکھی ہیں۔

ایک یہ کہ لفظ خاتم کو خاتمیت زمانی اور ذاتی کے لیے مشترک معنوی مانا جائے اور جس طرح مشترک معنوی سے اس کے متعدد افراد مراد لیے جاتے ہیں اسی طرح یہاں آیۂ کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمیت مراد لی جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیۂ کریمہ میں لفظ خاتم سے بطور عموم مجاز ایک ایسے عام معنی مراد لیے جائیں جو دونوں قسم کی خاتمیت کو حاوی ہوں۔

ان دونوں صورتوں میں لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسموں کی خاتمیت پر ایک ساتھ اور مطابقی ہوگی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیت ذاتی مراد لی جائے مگر چونکہ اس کے لئے بدلائل عقلیہ ونقلیہ خاتمیت زمانی لازم ہے لہٰذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پر آیۂ کریمہ کی دلالت بطور التزام ہوگی۔

ان تینوں صورتوں کے لکھنے کے بعد تحذیر الناس کے ص۹ پر حضرت مولاناؒ نے جس کو خود اپنا مختار بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دونوں نوعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں، جس طرح کہ آیۂ کریمہ "اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ" میں رجس سے ظاہری و باطنی دونوں قسم کی نجاستیں مراد لی جاتی ہیں، بلکہ غور کیا جائے تو یہاں

ختم زمانی اور ختم ذاتی میں اس قدر بُعد نہیں جس قدر شراب کی نجاست اور حجبے کی نجاست میں۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے جس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔

تحذیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب اس کے بعد ہم تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں، جن کو جوڑ کر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے کفر کا مضمون بنا لیا ہے۔

ان میں سے پہلا فقرہ ص۱۴ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورۂ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں، اس موقع پر تحذیر الناس کی پوری عبارت اس طرح تھی:۔

"غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض(۱) آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"۔

خاں صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق حذف کر کے ایک

(۱) یہ بالفرض کا لفظ بھی قابل لحاظ ہے۔

ناتمام ٹکڑا نقل کر دیا اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صٓ۲ کے ایک فقرہ کے ساتھ
اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے درمیان میں ختم فقرہ کی علامت
(ڈیش) بھی نہیں دیا اور پھر اس دوسرے فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی
اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی :-

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجیے جیسا اس
ہیچمداں نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو
افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے
بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت
نہ ہوگی، افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، بلکہ اگر
بالفرض (۱) بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی
میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

اس عبارت میں بھی مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہ کارروائی کی کہ اس کا
ابتدائی حصہ (جس سے ناظرین کو صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا
ذکر ہے نہ کہ زمانی کا، نیز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے متعلق بھی مصنف
تحذیر الناس کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا) اس اہم حصّہ کو خاں صاحب نے یک قلم
حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کر دیا اور دوسری کارروائی یہ کی کہ اس
ناتمام فقرہ کو بھی صٓ۳ کے ایک ناتمام فقرہ سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان
میں ڈیش تک نہیں دیا۔

---

(۱) یہ بالفرض کا لفظ بھی قابل غور ہے۔

بہرحال ص۱۴ اور ص۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق فرمارہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا، رہی خاتمیت زمانی اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں اور نہ کوئی ذی ہوش یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ایک عام فہم مثال سے مولانا نانوتویؒ کے مطلب کی توضیح

بلاشبہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کسی ملک میں کوئی وبائی مرض پھیلا، بادشاہ کی طرف سے یکے بعد دیگرے بہت سے طبیب بھیجے گئے اور انھوں نے اپنی قابلیت کے موافق مریضوں کا علاج کیا، اخیر میں اس رحیم و کریم بادشاہ نے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ حاذق طبیب جو پہلے تمام طبیبوں کا اُستاد بھی ہے بھیجا اور اعلان کردیا کہ اب اس کے بعد کوئی طبیب نہیں آئے گا، آئندہ جب کبھی کوئی مریض ہو وہ اسی آخری طبیب کا نسخہ استعمال کرے اُسی سے شفا ہوگی بلکہ اس کے بعد جو شاہی طبیب ہونے کا دعوےٰ کرے وہ جھوٹا اور واجب القتل ہے، چنانچہ دنیا کا وہ آخری طبیب آیا اور اُس نے آکر اپنا شفاخانہ کھولا۔ جوق جوق مریض اس کے دارالشفا میں داخل ہو کر شفایاب ہوئے بادشاہ نے اپنے اس طبیب کو ایک حکم نامہ میں خاتم الاطباء کا خطاب بھی دیا، اب عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ طبیب زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی اور طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا اور اہل فہم کا ایک گروہ (جو بالیقین جانتا ہے کہ یہ طبیب فی الواقع آخری ہی طبیب ہے) کہتا ہے کہ اس عظیم الشان طبیب کو خاتم الاطباء صرف اسی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ

آخری طبیب ہے بلکہ اُس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام پہلے طبیبوں کی طب کا سلسلہ اسی جلیل القدر طبیب پر ختم ہے یعنی وہ سب اس کے شاگرد ہیں، انھوں نے فن طب اسی سے سیکھا ہے، لہٰذا اس دوسری وجہ سے بھی وہ خاتم الاطباء ہے اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت اسی خاتم الاطباء کے لفظ سے نکلتی ہے، بلکہ اگر تم غور کروگے تو تم کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس حاذق طبیب کو جو سب سے آخر میں بھیجا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ فن طب میں سب سے فائق سب سے ماہر اور سارے طبیبوں کا اُستاد ہے اور قاعدہ ہے کہ بڑے سے بڑے طبیب کی طرف اخیر ہی میں رجوع کیا جاتا ہے۔ مقدمات تمام تحتانی مراحل طے کرنے کے بعد ہی بادشاہِ معظم کی عدالت عالیہ میں پہونچتے ہیں، بہر حال یہ طبیب صرف زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں ہے، بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاتمیت ایسی ہے کہ اگر بفرض اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اس کی اس خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ اہل فہم کے اس گروہ کے متعلق ان کے کسی معاند دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتم الاطبار کو آخری طبیب نہیں مانتے اور اس کی اس حیثیت کے منکر ہیں کتنی بڑی تلبیس اور کس قدر عُریاں بے حیائی ہے۔ جب کہ اہل فہم کا یہ گروہ اس شاہی طبیب کو ذاتی اور مرتبی حیثیت سے خاتم الاطباء ماننے کے ساتھ یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے بھی یہی آخر طبیب ہے، اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا بلکہ جو کوئی اُس کے بعد شاہی طبیب ہونے کا دعوےٰ کرے وہ واجب القتل ہے۔

یہاں تک تحذیر الناس کے صہ ۱۴ وصہ ۲۵ کے فقروں کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے،

رہا تیسرا فقرہ جس کو خاں صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے وہ تحذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے، اور یوں سمجھنا چاہئیے کہ گویا تحذیر الناس وہیں سے شروع ہوتی ہے، الفاظ یہ ہیں۔

"بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اوّل معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقّت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"۔

اس عبارت میں دو چیزیں قابل لحاظ ہیں، ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے ہیں، بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ خاتم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور عوام کے اسی نظریہ سے مولانا کو اختلاف ہے ورنہ خاتمیت زمانی معہ خاتمیت ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور تحذیر الناس کے ص۸ و ص۹ پر مولانا نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔

بہر حال چونکہ خود حضرت مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے ختم زمانی بھی مُراد ہے (۱)

---

(۱) اس پر پوری روشنی اوپر ڈالی جا چکی ہے، اور مولانا مرحوم کی یہ تصریح چند صفحہ پہلے گزر چکی ہے کہ ان کے نزدیک ختم نبوت زمانی پر صراحۃً دلالت کرنے والی "لا نبی بعدی" جیسی ساری حدیثیں "خاتم النبیین" ہی کے لفظ سے ماخوذ و مستنبط ہیں ۱۲

اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہاں صرف حصر کو مولانا نے عوام کا خیال بتلایا ہے اور مولانا کا مطلب صرف یہ ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضور کیلیے لفظ "خاتم النبیین" سے صرف خاتمیت زمانی ہی ثابت ہوتی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں ثابت ہوتا اور اہل فہم کے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس لفظ سے حضور کے لیئے خاتمیت زمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت ذاتی بھی۔

یہیں سے مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اُس اعتراض کا بھی جواب ہو گیا جو انھوں نے تحذیر الناس کی اسی عبارت پر "الموت الاحمر" میں کیا ہے کہ اس میں خاتم النبیین سے خاتم زمانی مُراد لینے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے حالانکہ خاتم کے یہ معنی خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام سے بھی مروی ہیں، پس مصنف تحذیر الناس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تمام صحابۂ کرام عوام میں داخل ہوئے (معاذ اللہ)

جواب کی تقریر و تفصیل یہ ہے کہ صاحب تحذیر الناس نے خاتم سے خاتم زمانی مُراد لینے کو عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی صحابی سے حصر ثابت نہیں بلکہ علماء راسخین میں سے بھی کسی نے حصر کی تصریح نہیں فرمائی اور کیونکر کوئی حصر کی جرأت کر سکتا ہے جب کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیات قرآنی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:-

"لِکُلِّ آیَۃٍ مِّنْھَا ظَھْرٌ وَبَطْنٌ وَلِکُلِّ حَدٍّ مُّطَّلَعٌ"۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت قرآنی کے کم از کم دو مفہوم ضرور ہوتے ہیں۔ اور اگر علماء سلف میں سے کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا بھی جائے تو وہ حصر حقیقی نہیں ہے

جس کو مولانا نانوتوی مرحوم عوام کا خیال بتلاتے ہیں بلکہ اس سے مُراد حصر اضافی بالنظر الی تاویلات الملاحدہ ہے۔

بہر حال جو شخص صاحبِ تحذیر الناس پر یہ بہتان رکھتا ہے کہ انھوں نے معاذ اللہ آں حضرت کی بیان کردہ تفسیر کو خیالِ عوام بتلا دیا وہ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے ایک ہی روایت حصر کی ثابت کر دے۔

پھر یہ کہ مولانا مرحوم نے اپنے مکتوبات میں اس کی بھی تصریح فرما دی کہ باب تفسیر میں عوام سے مُراد کون لوگ ہوتے ہیں اس موقع پر حضرت مرحوم کے الفاظ یہ ہیں:۔

"جز انبیاء علیہم السلام یا راسخان فی العلم ہمہ عوام اند" (قاسم العلوم نمبر اول مکتوب دوم صہ)

باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السلام اور علماء راسخین کے سب عوام ہیں۔

ان تصریحات کے ہوتے صاحب تحذیر الناس کے متعلق یہ کہنا کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام کو عوام میں داخل کر دیا سخت ترین بد دیانتی ہے۔

خاتم النبیین کی تفسیر میں حضرت مولانا نانوتویؒ کے مسلک کی تائید خود مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تصریحات سے

اس کے بعد ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ جو لوگ لفظ خاتم النبیین سے صرف ایک ہی معنی (خاتم زمانی) مراد لیتے ہیں اور معنی خاتم النبیین کو اُسی میں حصر کرتے ہیں، وہ فاضل بریلوی کے نزدیک بھی عوام میں داخل ہیں، اہل فہم میں سے نہیں، فاضل موصوف "الدولۃ المکیۃ صہ ۴۳ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالی عنہ لا یفقہ الرجل

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدمی اُسوقت تک کامل فقیہ

كل الفقه حتى يجعل للقرآن
وجوها قلت اخرجه عن ابى
الدرداء رضى الله تعالى
عنه ابن سعد فى الطبقات
وابو نعيم فى الحلية وابن
عساكر فى تاريخه واورده
مقاتل بن سليمان فى صدر
كتابه فى وجوه القرآن مرفوعًا
بلفظ لا يكون الرجل فقيها
كل الفقه حتى يرى للقرآن
وجوها كثيرة

قال فى الاتقان قد فسره بعضهم
بان المراد يرى اللفظ الواحد
يحتمل معانى متعددة فيحمله
عليها اذا كانت غير متضادة
ولا يقتصر به على معنى واحد
(انتهى ص۴۳)

نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے لئے متعدد
وجوہ نہ نکالے، (میں کہتا ہوں کہ تخریج
کی ہے اس روایت کی حضرت ابو الدرداء
رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے طبقات میں
اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر
نے اپنی تاریخ میں، اور مقاتل بن
سلیمان نے اپنی صدر کتاب ما وجوہ
قرآن میں اسکو بدیں الفاظ مرفوعاً روایت
کیا ہے کہ "آدمی اس وقت تک کامل فقیہہ
نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے لئے
وجوہ کثیرہ نہ دیکھے"

علامہ سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں
کہ بعض لوگوں نے اس کی تفسیر یہ کی ہے
کہ مطلب یہ ہے کہ لفظ واحد جو متعدد
معانی کے لئے متحمل ہو اس کو ان سب پر
محمول کرے جب کہ وہ آپس میں ٹکراتے
نہ ہوں اور ایک ہی معنی پر منحصر نہ کرے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب کی اس عبارت بلکہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی
اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ جو شخص کسی آیت قرآنی سے صرف ایک ہی معنی مراد لے

اور اسی میں حصر کرے تو وہ عوام میں داخل ہے اہل فہم (فقہاء) میں سے نہیں ہے، کامل فقیہ جب ہی ہوگا جب کہ ایک آیت کو بہت سے غیر متعارض معانی پر محمول کر سکے، جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے ایک لفظ خاتم النبیین سے تین قسم کی خاتمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کی، یعنی خاتمیت ذاتی، زمانی، مکانی،

الحمد للہ تحذیر الناس کے تینوں فقروں کا صحیح مطلب بیان کر دیا گیا اور ناظرین کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صـ۳ کے فقرے میں حضرت نانوتوی مرحوم نے جن لوگوں کو عوام بتلایا ہے وہ فاضل بریلوی کے نزدیک بھی عوام ہی میں داخل ہیں، اس کے بعد ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ یہ تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی ہونے کے ساتھ خاتم مرتبی اور خاتم ذاتی بھی ہیں یعنی آپ نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی بالعرض، آپ کو کمالات نبوت اللہ تعالےٰ نے براہ راست عطا فرمائے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آنحضرتؐ کے واسطے سے، اس میں بھی حضرت نانوتوی مرحوم متفرد نہیں بلکہ بہت سے اگلے علماء محققین بھی اسکی تصریح فرما چکے ہیں لیکن یہاں ہم ان کی عبارات نقل کرکے بات طویل کرنے اور جواب کو ضخیم بنانے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ کیونکہ خود مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی اس مسئلہ کو اس طرح لکھ دیا ہے کہ اسکے بعد کسی اور کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی، اس لیے ہم ان ہی کی ایک عبارت اس سلسلہ میں نقل کرکے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

فاضل موصوف اپنے رسالہ "جزاء اللہ عدوہ" کے صـ۲۳ پر لکھتے ہیں:۔

"اور نصوص متواترہ اولیاء کرام وائمہ عظام وعلماء اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر صغیر یا کبیر جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی،

روز اوّل سے اب تک اور اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، ملک یا انسان، جن یا حیوان، بلکہ تمام ماسوا اللہ میں جسے جو کچھ ملی، یا ملتی ہے یا ملے گی، اُس کی کلی انھیں کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے یا کھلے گی، انھیں کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی، یہ سرّ الوجود، اور اصل الوجود، خلیفۃ اللہ الاعظم، وولی نعمتِ عالم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم "انا ابو القاسم اللہ یعطی وانا اقسم" رواہ الحاکم فی المستدرک وصححہ واقرہ الناقدون

فاضل بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ نعمت روحانی، یا جسمانی، دنیوی یا دینی، ظاہری یا باطنی کسی کو ملی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دستِ کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کی روحانی نعمت ہے لہٰذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ہی کے واسطہ سے ملی ہے اور اسی حقیقت کا نام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے۔

اس وقت ہم اس بحث کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ پر تکذیب رب العزت جل جلالہٗ کا جو بہتان لگایا ہے اب اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۲
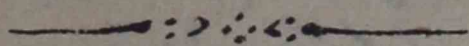
حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز

(پر)

تکذیب ربّ العزت جل جلالہ کا ناپاک بہتان

اور

اس کا جواب

مولوی احمد رضا خاں صاحب حسام الحرمین کے ص ۱۳ پر حضرت مولانا گنگوہیؒ کے متعلق لکھتے ہیں :-

ثم تمادی به الحال فی الظلم	پھر تو ظلم و گمراہی میں اس کا حال
والضلال حتی صرح فی فتوی	یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے
له (قد رایتها بخطه وخاتمه	میں (جو اس کا مُہری دستخطی
بعینی وقد طبعت مرارا فی	میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے
بمبئ وغیرها مع ردّها) انّ من	بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا)
یکذّب الله تعالی بالفعل و	صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ تعالی
یصرّح انه سبحانه تعالی	کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح
قد کذب وصدرت منه هذه	کرے کہ معاذ اللہ اللہ تعالے نے
العظیمة فلا تنسبوه الی فسق	جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اُس سے

فضلا عن ضلال فضلا عن کفر فان کثیرا من الائمة قد قالوا بقیله وانما قصاری امره انه مخطئ فی تاویله ..... اولئك الذین اصمهم الله تعالی واعمی ابصارهم ولاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم

(حسام الحرمین ص ۱۳)

صادر ہو چکا تو اُسے کفر بالائے طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو اس لئے کہ بہت سے امام ایسا کہہ چکے ہیں جیسا اس نے کہا بس نہایت کار یہ ہے کہ اُس نے تاویل میں خطا کی ..... یہی وہ ہیں جنھیں اللہ تعالےٰ نے بہرا کیا اور انکی آنکھیں اندھی کردیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ ناچیز بندہ عرض کرتا ہے کہ حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف کسی ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افترا اور بہتان ہے، پہلی بحث میں تو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے تحذیر الناس کی متفرق عبارتیں جوڑ کر کفر کی مسل تیار بھی کر لی تھی، یہاں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بحمد اللہ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں یہ الفاظ موجود نہیں، نہ کسی فتوے کا یہ مضمون ہے، بلکہ درحقیقت یہ صرف خاں صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افترا اور بہتان ہے، بفضلہ تعالیٰ ہم اور ہمارے تمام اکابر اس شخص کو کافر، مرتد، ملعون سمجھتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے اور اُس سے بالفعل صدورِ کذب کا قائل ہو بلکہ جو بدنصیب اُس کے کفر میں شک کرے ہم اس کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ (جن پر خاں صاحب نے یہ ناپاک بہتان باندھا ہے) خود انھیں کے

مطبوعہ فتاوے کی جلد اول صہ۱۱ پر ہے :-

"ذات پاک حق تعالےٰ جل جلالہ کی پاک و منزّہ ہے، اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے معاذ اللہ تعالےٰ اس کے کلام میں ہرگز شائبہ کذب کا نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیلًا"

جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے تو وہ قطعاً کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع اُمت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوًّا کبیرًا"

ناظرین با انصاف فیصلہ فرمائیں کہ اس صریح اور چھپے ہوئے فتوے کے ہوتے ہوئے حضرت ممدوح پر یہ افترا کرنا کہ معاذ اللہ وہ خدا کو کاذب بالفعل مانتے ہیں، یا ایسا بکنے والے کو مسلمان کہتے ہیں کس قدر شرمناک کارروائی ہے؟ الحساب یوم الحساب!

رہا مولوی احمد رضا خاں صاحب کا یہ لکھنا کہ "میں نے ان کا وہ فتوٰے مع مہر و دستخط بچشم خود دیکھا ہے"۔ اس کے جواب میں ہم صرف اس قدر عرض کریں گے کہ جب اس چودھویں صدی کا ایک عالم اور مفتی ایک چھپی ہوئی کثیر الاشاعت کتاب (تحذیر الناس) کی عبارتوں میں قطع و برید کر کے اور صہ۳، صہ۱۴، صہ۲۸ کی عبارتوں میں تحریف کر کے ایک کفر کا مضمون گھڑ کے تحذیر النّاس کی طرف منسوب کر سکتا ہے تو کسی جعلساز کے لئے کسی کے مہر و دستخط بنا لینا کیا مشکل ہے؟ کیا دنیا میں جعلی سکّے اور جعلی دستاویزیں تیار کرنیوالے موجود نہیں؟ مشہور ہے کہ بریلی اور اُس کے اطراف میں تو اس فن کے بڑے بڑے کامل رہتے ہیں جن کا ذریعہ معاش یہی جعلسازی ہے۔

بہرحال مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرت گنگوہی مرحوم کے جس فتوے کا ذکر کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں، فتاوئے رشیدیہ جو تین جلدوں میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے وہ بھی اس کے ذکر سے خالی ہے بلکہ اس میں اُس کے صریح خلاف چند فتوے موجود ہیں جن میں سے ایک اوپر نقل بھی کیا جا چکا ہے، اور اگر فی الواقع خاں صاحب نے کوئی فتوے اس قسم کا دیکھا ہے تو وہ یقیناً ان کے کسی ہم پیشہ بزرگ یا اُن کے کسی پیشرو کی جعلسازی اور دسیسہ کاری کا نتیجہ ہو گا۔

حضرات علماء و مشائخ کی عزت اور عظمت کو مٹانے کے لئے حاسدوں نے اس سے پہلے بھی اس قسم کی کارروائیاں کی ہیں۔ اس سلسلہ کے چند عبرت آموز واقعات ہم یہاں نقل بھی کرتے ہیں :-

امت کے جلیل القدر مجتہد اور محدث حضرت امام احمد بن حنبل اس دنیا سے کوچ فرما رہے ہیں اور کوئی بدنصیب حاسد عین اُسی وقت ان کے تکیہ کے نیچے کچھ لکھے ہوئے کاغذات رکھ جاتا ہے جن میں خالص ملحدانہ عقائد اور زندیقانہ خیالات بھرے ہوئے ہیں، کیوں ؟ صرف اس لئے کہ لوگ ان تحریرات کو امام احمد بن حنبل ہی کی کاوش دماغی کا نتیجہ سمجھیں گے اور جب ان کے مضامین اسلامی تعلیمات کے خلاف پائیں گے تو امام سے بدظن ہو جائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے ان کی عزت و عظمت نکل جائے گی پھر ہماری دوکان جو امام کے فیض عام کے مقابلہ میں پھیکی پڑ گئی ہے چمک اُٹھے گی۔

امام لغت علامہ مجد والدین فیروز آبادی صاحب قاموس زندہ تھے، مشہور انام اور مرجع خواص و عوام تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے محدث نے ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی، حاسدین ان کی اس غیر معمولی مقبولیت کو نہ دیکھ سکے اور ان کی عظمت و

شہرت کو بٹہ لگانے کے لیے ان کے نام سے پوری ایک کتاب حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مطاعن میں تصنیف کر ڈالی جس میں خوب زور شور سے حضرت امام اعظمؒ کی تکفیر بھی کی اور یہ جعلی کتاب دور دراز مقامات تک شائع کر دی گئی، حنفی دنیا میں علامہ فیروز آبادی کے خلاف نہایت زبردست ہیجان برپا ہو گیا لیکن بیچارے علامہ کو اسکی بالکل بھی خبر نہیں یہاں تک کہ جب وہ کتاب ابو بکر الخیاط البغوی الیمانی کے پاس پہنچی تو انھوں نے علامہ فیروز آبادی کو خط لکھا کہ "آپ نے یہ کیا کیا؟ علامہ موصوف نے اس کے جواب میں لکھا۔

"اگر وہ کتاب جو افتراءً میری طرف منسوب کر دی گئی ہے آپ کے پاس ہو تو فوراً اس کو نذر آتش کر دیجئے۔ خدا کی پناہ، میں اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تکفیر" وانا اعظم المعتقدین فی الامام ابی حنیفۃ" (حالانکہ مجھ کو امام کی جناب میں بے انتہا عقیدت ہے) میں نے تو ایک ضخیم کتاب بھی امام کے مناقب عالیہ میں لکھی ہے"۔

امام مصطفےٰ قرمانی حنفی نے نہایت جانکاہی سے مقدمہ ابو اللیث سمرقندی" کی ایک بسوط شرح لکھی، جب ختم کر چکے تو مصر آئے کہ وہاں کے علماء کو دکھلانے کے بعد اس کی اشاعت کریں گے، تصنیف بحمد اللہ کامیاب تھی، بعض حاسدوں کی نظروں میں کھٹک گئی اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اسکی اشاعت سے ہماری دوکانوں کی رونق پھیکی پڑ جائے گی، کچھ اور تو نہ کر سکے البتہ یہ خباثت کی کہ اس کے "باب آداب الخلاء" کے اس مسئلہ میں کہ قضاء حاجت کے وقت آفتاب و ماہتاب کی طرف رخ نہیں کرنا چاہئے" اپنی دسیسہ کاری سے اتنا اضافہ کر دیا کہ "چونکہ ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کی عبادت کیا کرتے تھے" (معاذ اللہ منہ) علامہ قرمانی کو اس شرارت کی کیا خبر تھی۔

انھوں نے لاعلمی میں وہ کتاب علمارِ مصر کے سامنے پیش کردی، جب ان کی نظر اس دلیل پر پڑی سخت برہم ہوئے اور تمام مصر میں علامہ قربانی کے خلاف ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ قاضیٔ وقت نے واجب القتل قرار دیا، بیچارے راتوں رات جان بچاکر مصر سے بھاگے ورنہ سر دیے بغیر پیچھا چھوٹنا مشکل تھا۔

عارف ربانی عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب "الیواقیت والجواہر" میں آپ بیتی لکھتے ہیں کہ:۔

"بعض حاسدوں نے میری کتاب "البحر المورود فی المواثیق والعہود" میں میری زندگی ہی میں عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ بڑھا دیے اور تین سال تک مصر و مکہ مکرمہ میں خوب اس کی اشاعت کی، جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے مشاہیر علماء سے اصل نسخہ پر تصدیقیں لکھوا کر ان ملکوں میں بھیجا، وہ حسد وکینہ کے مریض اس پر بھی باز نہ آئے اور ان کمینوں نے اس کے بعد یہ پروپیگنڈہ کیا کہ جن علماء نے ان پر تصدیقات لکھی تھیں اب وہ اس سے رجوع کررہے ہیں اور اکثر کرچکے ہیں (امام شعرانی لکھتے ہیں کہ) جب مجھے اس کی خبر ہوئی تو میں نے پھر ان حضرات علماء کو تکلیف دی اور خود انھیں کے قلم سے حاسدوں کے اس نئے پروپیگنڈے کی تردید لکھوا کر عرب روانہ کی، جب کہیں اس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔"

یہ گنتی کے چند واقعات ہیں، تاریخ اور تذکرے کی کتابیں دیکھی جائیں تو بدنصیب حاسدوں کی دسیسہ کاریوں کے ان جیسے سیکڑوں شرمناک واقعات ملیں گے۔

پس اگر درحقیقت فاضل بریلوی اپنے اس بیان میں سچے ہیں کہ انھوں نے

مندرجہ بالا مضمون کا کوئی فتویٰ حضرت گنگوہی مرحوم کے مہر و دستخط کے ساتھ دیکھا ہے تو یقیناً وہ اسی قبیلہ سے ہے لیکن پھر بھی مولوی احمد رضا خاں صاحب کو اسکی بنا پر کفر کا فتوے دینا ہرگز جائز نہ تھا تاوقتیکہ وہ یہ تحقیق نہ کر لیتے کہ یہ فتوے حضرت مولانا کا ہے بھی یا نہیں ؟ فقہ کا مسلم اور مشہور مسئلہ ہے کہ " الخط یشبہ الخط " یعنی ایک انسان کا خط دوسرے کے خط سے مل جاتا ہے اور خود خاں صاحب بھی اس سے ناواقف نہیں، چنانچہ خط یا تار سے عدم ثبوت رویت ہلال پر استدلال کرتے ہوئے آپ تصریح فرماتے ہیں کہ :-

" تمام کتابوں میں تصریح ہے " الخط یشبہ الخط " الخط لایعمل بہ

(ملفوظات اعلیٰ حضرت جلد ۲، ص ۵۲)

بہر حال جب کہ رویت ہلال جیسی معمولی باتوں میں خط کا اعتبار نہیں تو پھر تکفیر جیسے اہم معاملہ میں کیوں کر اس کا اعتبار ہو سکتا ہے ۔

رہے وہ دلائل جو خاں صاحب نے حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف اس جعلی فتوے کی نسبت صحیح ہونے پر اپنی کتاب " تمہید ایمان " میں پیش کئے ہیں وہ نہایت لچر پوچ اور تار عنکبوت سے زیادہ کمزور ہیں ۔

ناظرین ذرا ان کو خود بھی دیکھ لیں اور جانچ لیں ۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب موصوف اس جعلی فتوے کے متعلق " تمہید ایمان " ص ۳۸، ۳۹ پر لکھتے ہیں :-

" یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتوے اٹھارہ برس ہوئے ۱۳۰۸ھ میں رسالہ صیانۃ الناس " کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہو چکا ،

پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی میں اس کا مفصل رد چھپا، پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفۂ حنفیہ میں اس کا اور قاہر رد چھپا، اور فتوے دینے والا جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں مرا، اور مرتے دم تک ساکت رہا، نہ یہ کہا کہ وہ فتویٰ میرا نہیں، حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتوے کا انکار کر دینا سہل تھا نہ یہی بتلایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہل سنت بتلا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے، نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔"

حشو و زوائد حذف کر دینے کے بعد خاں صاحب کی اس دلیل کا حاصل عرض اس قدر رہے کہ :-

(۱) یہ فتوے مع رد کے مولانا گنگوہی مرحوم کی حیات میں تین مرتبہ چھپا۔

(۲) انھوں نے تا زیست اس فتوے کی نسبت سے انکار نہیں کیا نہ اس کا اور کوئی مطلب بتایا۔

(۳) اور چونکہ معاملہ سنگین تھا اس لئے اس خاموشی کو عدم التفات پر بھی محمول نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا ثابت ہو گیا کہ یہ فتوے انھیں کا ہے اور اس کا مطلب بھی وہی ہے جس کی بنا پر ہم نے تکفیر کی ہے۔

اگرچہ خاں صاحب کی اس دلیل کا لچر پوچ اور مہمل ہونا ہمارے نقد و تبصرہ کا محتاج نہیں، ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی تھوڑے سے غور و فکر سے اس کی لغویت کو سمجھ سکتا ہے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہر جز پر تھوڑی سی روشنی ڈال کر ناظرین سے بھی خاں صاحب کے علم و مجددیت کی کچھ داد دلوا دی جائے۔

خاں صاحب کی دلیل کا پہلا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ:

"یہ فتوے مولانا گنگوہی کی حیات میں تین مرتبہ مع رد کے چھپا"

اسی مقدمہ سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ جعلی فتوائے صرف مولانا کے مخالفین نے چھاپا ہے، مولانا یا آپ کے متوسلین کی طرف سے کبھی اس کی اشاعت نہیں ہوئی (خیر اس راز کو تو اہلِ بصیرت ہی سمجھیں گے) ہم کو تو اس کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اگر خاں صاحب کے بیان کو صحیح سمجھ کر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ فتویٰ متعدد بار مع رد کے حضرت گنگوہی مرحوم کی حیات میں چھپ کر شائع ہوا جب بھی لازم نہیں آتا کہ حضرت کے پاس بھی پہنچا ہو، یا ان کو اس کی اطلاع بھی ہوئی ہو، اور اگر ان کے پاس بھیجا گیا تو سوال یہ ہے کہ ذریعہ قطعی تھا یا غیر قطعی؟ پھر کیا خاں صاحب کو اس کی وصول یابی کی اطلاع ہوئی؟ اگر ہوئی تو وہ ذریعہ قطعی تھا یا ظنی؟ بحث کے اتنے پہلوؤں سے چشم پوشی کر کے کفر کا قطعی یقینی فتوے دینا کیونکر درست ہو سکتا ہے، بہرحال جب تک قطعی طور پر یہ ثابت نہ ہو جائے کہ فی الواقع حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی ایسا فتوے لکھا تھا جس کا قطعی اور متعین مطلب وہی تھا جو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لکھا ہے اس وقت تک ان تخمینی بنیادوں پر تکفیر قطعاً ناروا اور معصیت ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی مرحوم تو ایک گوشہ نشین عارف باللہ تھے، جن کا حال بلا مبالغہ یہ تھا ؎

بسودائے جاناں ز جاں مشتغل
بذکر حبیب از جہاں مشتغل

یہ خاکسار جس کے اوقات کا خاصہ حصہ اب تک اہلِ باطل ہی کی تواضع میں صرف

ہوا ہے آج تک اس جعلی فتوے کے ان تینوں ایڈیشنوں کی زیارت سے محروم ہے، جن کا ذکر خاں صاحب فرما رہے ہیں، پس ہو سکتا ہے بلکہ قرین قیاس ہے کہ حضرت مرحوم کو اس قصہ کی خبر بھی نہ ہوئی ہو۔

خاں صاحب کی دلیل کا دوسرا مقدمہ یہ تھا کہ مولانا گنگوہی مرحوم نے اس فتوے سے انکار نہیں کیا نہ اس کی کوئی تاویل بیان کی۔

اس کے متعلق پہلی گزارش تو یہی ہے کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس چیز کا اور تاویل کس بات کی؟ اور فرض کر لیجئے ان کو اطلاع ہوئی لیکن انھوں نے ناخدا ترس مفتریوں کی اس ناپاک حرکت کو قابل توجہ اور شائستہ اعتنا ہی نہ سمجھا، یا ان کے معاملہ کو حوالہ بخدا کر کے خود سکوت اختیار فرمایا۔

رہا یہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جاتا۔ سو اول تو یہ ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے اس نظریہ سے متفق ہوں، ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اس لیے انکار کی ضرورت نہ سمجھی ہو کہ ایمان والے خود ہی ایسے ناپاک افترا کی تکذیب کر دیں گے یا انھوں نے یہ خیال کیا ہو کہ یہ گندگی اُچھالنے والے علمی اور مذہبی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے لہذا ان کی بات کا کوئی اعتبار ہی نہ کرے گا۔ بہرحال سکوت کے لئے یہ وجوہ بھی ہو سکتے ہیں، اور پھر قطع نظر ان تمام باتوں سے، یہ کہنا ہی غلط ہے کہ "کفر کا معاملہ سنگین تھا"۔ بیشک خاں صاحب کی "مجددیت" کے دور سے پہلے تکفیر ایسی ہی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی، لیکن خاں صاحب کی ذریت اور انکی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتاء کا قلمدان خاں صاحب کے مبارک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا کہ اللہ کی پناہ۔

ندوۃ العلماء والے کافر، جو انھیں کافر نہ کہے وہ کافر، علماء دیوبند کافر، جو انھیں کافر نہ کہے وہ کافر، غیر مقلدین اہل حدیث کافر، مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی کافر، اور تو اور تحریک خلافت میں شرکت کے جرم میں اپنے برادران طریقت مولوی عبد الماجد صاحب بدایونی کافر، مولوی عبد القدیر صاحب بدایونی کافر، کفر کی وہ بے پناہ مشین گن چلی کہ الٰہی توبہ، بریلی کے ڈھائی نفر انسانوں کے سوا کوئی بھی مسلمان نہ رہا۔

پس ہو سکتا ہے کہ خاں صاحب اور ان جیسے کفر باز کسی اللہ والے کو کافر کہیں اور وہ اس شور وغوغہ کو بناح الکلاب سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے اور اس کا اصول یہ ہو کہ

ولقد امر علی اللئیم یسبنی
فمضیت ثمہ قلت لا یعنینی

اور ہو سکتا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کو اطلاع ہوئی ہو اور انھوں نے اس جعلی فتوے سے انکار بھی فرمایا ہو لیکن خاں صاحب کو اس انکار کی اطلاع نہ ہوئی ہو، پھر عدم اطلاع سے عدم انکار کیوں کر سمجھا جا سکتا ہے؟ کیا عدم علم، عدم الشئی کو مستلزم ہے؟

اہل علم اور ارباب انصاف غور فرمائیں کہ کیا اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے بھی تکفیر جائز ہو سکتی ہے؟ دعوے تو یہ تھا کہ:

"ایسی عظیم احتیاط والے (یعنی خود بدولت جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب) نے ہرگز ان دشنامیوں (حضرت گنگوہی وغیرہ) کو کافر نہ کہا جب تک یقینی قطعی، واضح

روشن، جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوگیا جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش، کوئی تاویل نہ نکل سکی"۔ تمہید صلا

اور دلیل اس قدر لچر کہ یقین کیا معنی ظن کی بھی مفید نہیں اور اگر ایسی ہی دلیلوں سے کفر ثابت ہوتا ہے تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ — کوئی جاہل یا دیوانہ کسی باخدا کو کافر کہے وہ اس کو ناقابل خطاب سمجھتے ہوئے اعراض کرے اور اس کے سامنے اپنی صفائی پیش نہ کرے بس خاں صاحب کی دلیل سے کافر ہوگیا۔ چہ خوش!

گر ہمیں مفتی و ہمیں فتوی ہی
کار ایماں تمام خواہد شُد

ادھر فقہائے کرام کی وہ تصریحات کہ اگر ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال اسلام کا، تب بھی تکفیر جائز نہیں، اور ادھر چودھویں صدی کے ان خودساختہ مجدّد صاحب کی یہ تیز دستی کہ صرف خیالی و وہمی مقدمے جوڑ کر نتیجہ نکالا اور تکفیر یقینی قطعی "ہر کہ شک آرد کافر گردد"۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

یہاں تک تو مناظرانہ بحث تھی لیکن اس کے بعد ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اخیر زمانۂ حیات میں جب آپ کے بعض متوسلین کو اہل بدعت کی اس افترا پردازی کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے عریضہ لکھ کر حضرت مرحوم سے اس کے متعلق دریافت کیا، حضرت نے جواب میں اپنی برأت اور جعلی فتوے کے لعنتی مضمون سے کامل بیزاری ظاہر فرمائی اور خاں صاحب کو اس کی اطلاع بھی ہوئی، لیکن کفر کا فتوے پھر بھی جوں کا توں رہا نہیں سے تکفیر کے ان

علمبردار اور ان کی ذریت کی نیت بے نقاب ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ نے جب مولوی احمد رضا خاں صاحب کے خاص الخاص عقیدت کیش میاںجی عبدالرحمن بکھرپروی کے ایک رسالہ میں اس جعلی فتوے کا ذکر دیکھا تو اسی وقت حضرت کی خدمت میں گنگوہ عریضہ لکھا کہ حضرت کی طرف اس مضمون کے فتوے کی نسبت کی جا رہی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ تو جواب آیا کہ "یہ سراسر افتراء اور محض بہتان ہے، بھلا میں ایسا کیسے لکھ سکتا ہوں"۔ حضرت مرحوم کے اس جواب کا ذکر حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ کے متعدد رسائل "السحاب المدرار، تزکیۃ الخواطر" وغیرہ میں آ چکا ہے اور یہ تمام رسالے خاں صاحب کی حیات میں ان کے پاس پہونچ بھی چکے ہیں۔

نیز جب پہلے پہل اس بہتان کا چرچا بریلی میں ہوا، تو یہاں سے بھی حضرت کے بعض متوسلین نے گنگوہ عریضہ لکھ کر حقیقت حال دریافت کی، اس کے جواب میں بھی حضرت مرحوم نے اپنی بیزاری ظاہر فرمائی اور حضرت مرحوم کی وہ جوابی تحریر بعینہ خاں صاحب کو دکھلائی بھی گئی مگر پتھر کے اس دل پر کوئی اثر نہ ہوا اور خدا کا خوف غلطی کے اقرار پر اس کو آمادہ نہ کر سکا۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

---

(۱) پھر تمہارے دل سخت ہو گئے پس وہ پتھروں کی طرح ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت

(بقیہ صنے پر)

یہی وہ حالات اور واقعات ہیں جن کی وجہ سے ہم یہ سمجھنے اور کہنے پر مجبور ہیں کہ خاں صاحب کے فتوائے کفر کی بنیاد پہلے دن سے غلط فہمی یا علمی لغزش پر نہ تھی بلکہ درحقیقت اس کی تہہ میں صرف حسد و جاہ پرستی اور نفس پروری کا بے پناہ جذبہ کارفرما تھا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝
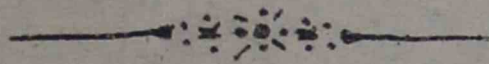
(بقیہ صفحہ ۶۹) اور بیشک پتھروں میں سے تو ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ رہی ہیں اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکلتا ہے اور بعضے ان میں وہ ہیں جو خدا کے خوف سے نیچے آگرتے ہیں۔

۳

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(چہارم)

تنقیص شان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ناپاک بہتان

مولوی احمد رضا خاں صاحب حسام الحرمین ص۱۵ پر لکھتے ہیں:-

وھؤلاء اتباع شیطان
الآفاق ابلیس اللعین وھم
ایضاً اذناب ذلک المکذب
الکنکوھی فانہ قد صرح
فی کتابہ البراھین القاطعۃ
وما ھی واللہ الا القاطعۃ
لما امر اللہ بہ ان یوصل
بان شیخھم ابلیس اوسع
علما من رسول اللہ صلی اللہ

اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے
پیرو ہیں اور یہ بھی اسی تکذیب خدا
کرنے والے گنگوہی کے دُم چھلے
ہیں کہ اُس نے اپنی کتاب "براہین
قاطعہ" میں تصریح کی (اور خدا کی
قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں
کو، جن کے جوڑنے کا اللہ عزوجل
نے حکم فرمایا ہے) کہ ان کے پیر
ابلیس کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعالی علیه وسلم هذا نصّه
الشنیع بلفظه الفظیع ص۴۷
شیطان و ملک الموت کو الخ ای
ان هذه السعة فی العلم
ثبتت للشیطان وملك الموت
بالنص وای نص قطعی فی سعة
علم رسول الله صلی الله تعالٰی
علیه وسلم حتی ترد به النصوص
جمیعا ویثبت شرك وکتب
قبله ان هذا الشرك لیس
فیه حبة خردل من ایمان

کے علم سے زیادہ ہے اور یہ
اُس کا بُرا قول خود اُس کے
بد الفاظ میں ص۴۷ پر ہے۔
شیطان و ملک الموت کو
یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی
فخر عالم کی وسعت علم کی
کون سی نص قطعی ہے جس سے
تمام نصوص کو رد کرکے ایک
شرک ثابت کرتا ہے اور اس سے
پہلے لکھا کہ شرک نہیں تو کون سا
ایمان کا حصہ ہے۔

پھر مؤلف براہین کو کچھ صلواتیں سُنا کر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:-

وقد قال فی نسیم الریاض
کما تقدم من قال فلان اعلم
منه صلی الله تعالی علیه وسلم
فقد عابه ونقصه فهو سابّ
والحکم فیه حکم السابّ من غیر
فرق لا نستثنی منه صورة
وهذا کله اجماع من لدن

اور بے شک نسیم الریاض میں فرمایا
(جیسا کہ اس کا نص اصل کتاب میں
گزر چکا ہے) کہ جو کسی کا علم حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے
علم سے زیادہ بتائے اُس نے
بے شک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم کو عیب لگایا اور

الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
ثم اقول انظروا الی آثار
ختم اللہ کیف یصیر البصیر
اعمیٰ، وکیف یختار علی الھدیٰ
العمیٰ، یؤمن بعلم الارض
المحیط لابلیس واذا جاء ذکر
محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم قال ھذا
شرک وانما الشرک اثبات
الشریک للہ تعالیٰ فالشئ
اذا کان اثباتہ لاحد من
المخلوقین شرکا کان شرکا
قطعا لکل الخلائق اذ
لا یصح ان یکون احد شریکا
للہ تعالیٰ فانظروا کیف آمن
بان ابلیس شریک لہ سبحانہ
وانما الشرکۃ منتفیۃ عن
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ثم انظروا الی غشاوۃ

حضورؐ کی شان گھٹائی تو وہ گالی
دینے والا ہے اور اس کا حکم وہی
ہے جو گالی دینے والے کا ہے
اصلا فرق نہیں، اس میں سے
ہم کسی صورت کا استثنا نہیں
کرتے اور ان تمام احکام پر صحابہ
رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے زمانہ سے
اب تک برابر اجماع چلا آیا ہے
پھر میں کہتا ہوں کہ اللہ کی مُہر
کردینے کا اثر دیکھو کیونکر انکھیارا
اندھا ہوجاتا ہے اور راہِ حق چھوڑ کر
بچوپٹ ہونا پسند کرتا ہے ابلیس کے
لیے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لاتا ہے
اور جب محمد رسول اللہ صلے اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر آیا تو کہتا
ہے یہ شرک ہے، حالانکہ شرک
تو اسی کا نام ہے کہ اللہ عزوجل
کے لیے کوئی شریک ٹھہرایا جائے تو
جس چیز کا مخلوق میں سے کسی

غضب الله تعالیٰ علی بصره
یطالب فی علم محمد صلی الله
تعالیٰ علیه وسلّم بالنّص و
لا یرضی به حتی یکون قطعیا
فاذا جاء علی سلب علمه
صلی الله تعالی علیه وسلّم
تمسك فی هذا البیان
نفسه علی طـ۲۶ بستة
اسطر قبل هذا الکفر المهین
بحدیث باطل لا اصل له
فی الدین وینسبه کذبا إلی
من لم یروه بل ردّه بالردّ
المبین حیث یقول روی
الشیخ عبد الحق قدس سره
عن النبیّ صلّی الله تعالی
علیه وسلّم انه قال لا اعلم
ما وراء هذا الجدار مع ان
الشیخ قدس الله تعالی سرّه
انّما قال فی مدارج النبوّة

ایک کے لیے ثابت کرنا شرک ہو وہ
تو تمام جہان میں جس کے لیے ثابت
کی جائے یقیناً مشرک ہوگا کہ اللہ کا
کوئی شریک نہیں ہو سکتا تو دیکھو
ابلیس لعین کے اللہ عزوجل کیساتھ
شریک ہونے کا کیسا ایمان رکھتا
ہے شرکت تو محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے منتفی ہے پھر
غضب الٰہی کا گھٹا ٹوپ انکی آنکھوں پر
دیکھو علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تو
نص مانگتا ہے اور نص پر بھی راضی
نہیں جب تک قطعی نہ ہو اور جب حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی
نفی پر آیا تو خود اسی بحث میں صـ۴۶ پر
اس ذلت دینے والے کفر سے چھ
سطر پہلے ایک باطل روایت کی سند
پکڑی ہے جس کی دین میں بالکل اصل
نہیں اور ان کی طرف اسکی نسبت
کر رہا ہے جنھوں نے اُسے روایت

هكذا يشكل ههنا بان جاء في بعض الروايات انه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما انا عبد لا اعلم وراء هذا الجدار وجوابه ان هذا القول لا اصل له ولم تصح به الرواية اه فانظروا كيف يحتج بلا تقربوا الصلوة ويترك وانتم سكارى

(حسام ص ۱۵)

نہ کیا بلکہ اُس کا صاف رد کیا کہتا ہے شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں حالانکہ شیخ نے "مدارج النبوۃ" میں یوں فرمایا ہے کہ یہاں یہ اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ بعض روایات میں آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا "میں تو ایک بندہ ہوں اس دیوار کے پیچھے کا حال مجھے معلوم نہیں" اسکا جواب یہ ہے کہ یہ قول محض بے اصل ہے اسکی روایت صحیح نہ ہوئی' دیکھو کیسی لا تقربوا الصلوٰۃ سے دلیل لایا اور وَاَنْتُمْ سُکَارٰی کو چھوڑ گیا

اس موقع پر شوقِ تکفیر پورا کرنے کے لیے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے دین و دیانت پر جو ظلم کیا ہے اُس کی فریاد بس واحد قہار سے ہے، اس کی باز پُرس انشاءاللہ روزِ جزا ہوگی لیکن دنیا میں اربابِ انصاف بھی فیصلہ فرمائیں کہ اس مدّعیِ مجددیت کے بیان اور اس کے فتوے میں کتنی صداقت ہے؟

اس عبارت میں خاں صاحب نے مصنف براہین قاطعہ پر مندرجہ ذیل چار اعتراض کیے ہیں۔

(۱) (معاذاللہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو شیطان رجیم کے علم سے گھٹایا۔

(۲) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین کے علم محیط کے اثبات کو شرک بتلایا اور شیطان لعین کے لیے اس کو ثابت مانا، حالانکہ کسی ایک مخلوق کے لیے جس چیز کا ثابت کرنا شرک ہے دوسری مخلوقات کے لیے بھی اس کا ثابت کرنا یقیناً شرک ہے تو گویا مصنف براہین نے (معاذ اللہ) شیطان کو خدا کا شریک مان لیا۔

(۳) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر نص قطعی کا مطالبہ کیا اور جب حضور اقدس کے علم کی نفی کی تو ایک باطل الروایۃ حدیث سے استناد کیا۔

(۴) پھر اس حدیث کی روایت کو از راہ دروغ بیانی اُس شخص کی طرف منسوب کیا جس نے روایت نہیں کی بلکہ نقل کر کے ردّ بلیغ کیا۔

یہ ہے خاں صاحب کی اس ساری عبارت کا خلاصہ اور مصنف براہین قاطعہ کے خلاف ان کی فرد قرار داد جرم ۔ ہم تحریر جواب سے پہلے چند تمہیدی مقدمات عرض کرتے ہیں۔

پہلا مقدمہ علم کی دو قسمیں ہیں ذاتی اور عطائی، ذاتی وہ ہے جو از خود ہو، کسی کا دیا ہوا نہ ہو، اور عطائی وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہو، پہلی قسم (علم ذاتی) اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے، مخلوقات میں جس کو بھی کوئی علم ہے وہ سب اُسی کا دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ولی یا نبی یا فرشتے کے لیے بھی علم ذاتی ثابت کرے گا تو سب کے نزدیک مشرک ہوگا، چونکہ یہ تمام اُمت کا مشہور اجماعی مسئلہ ہے لہذا ہم اس کے ثبوت میں صرف خاں صاحب بریلوی کی تصریحات پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

موصوف "خالص الاعتقاد" ص۲۵ پر رقمطراز ہیں:-

"علم یقیناً ان صفات میں ہے کہ غیر خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے تو ذاتی و عطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یوں ہی محیط و غیر محیط کی تقسیم بدیہی لیکن ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی قسم اول ہے یعنی علم ذاتی و علم محیط حقیقی"

نیز اسی خالص الاعتقاد کے ص۲۴ پر فرماتے ہیں:

"بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔"

اور الدولۃ المکیۃ کی نظر اول ص۶ پر ہے۔

فالاول (العلم الذاتی) مختص بالمولی سبحانہ وتعالی لایمکن لغیرہ ومن اثبت شیئا منہ ولو ادنی من ادنی من ذرۃ لاحد من العالمین فقد کفر واشرک وباد وھلک	علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لیے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لیے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہوگیا اور ہلاک و برباد ہوا۔"

دوسرا مقدمہ کائنات کے ہر ذرہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہی ہیں اور چونکہ کسی مخلوق کا علم معلومات غیر متناہیہ کو محیط نہیں ہو سکتا۔ لہذا کہا جا سکتا ہے کہ کسی مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی حقیقی معنی میں علم محیط نہیں ہو سکتا

اس کے ثبوت میں بھی ہم خان صاحب بریلوی ہی کی تصریحات پر قناعت

کریں گے۔ موصوف "الدولۃ المکیۃ" ص۹ پر لکھتے ہیں :-

بل له سبحانه وتعالى في كل
ذرة علوم لا تتناهى لأن لكل
ذرة مع كل ذرة كانت أو تكون أو
يمكن أن تكون نسبة بالقرب
والبعد والجهة مختلفة في
الأزمنة باختلاف الأمكنة
الواقعة والممكنة من أول
يوم إلى ما لا آخر له والكل معلوم
له سبحانه وتعالى بالفعل فعلمه
عزّ جلاله غير متناهٍ في غير
متناهٍ في غير متناهٍ .... ومعلوم
أن علم المخلوق لا يحيط في آن
واحد غير المتناهي كمّاً بالفعل
تفصيلاً تاماً حيث يمتاز فيه
كل فرد عن صاحبه
امتيازاً كلّياً۔

بلکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے لیے ہر
ذرّہ میں علوم غیر متناہیہ ہیں
اس لیے کہ ہر ذرہ کو دوسرے
اس ذرّہ کے ساتھ جو موجود ہوچکا
یا آئندہ موجود ہوگا یا جس کا وجود
ممکن ہے، قرب اور بعد اور جہت
کے اعتبار سے کوئی نسبت ہے جو
مختلف ہوتی رہتی ہے۔ زمانوں
میں ساتھ مختلف ہونے ان امکنہ کے
جو واقع ہوں اور جن کا امکان ہے
دنیا کے پہلے دن سے ابدالآباد تک اور
یہ سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بالفعل
معلوم ہے۔ پس اللہ عزّ وجل کا علم
غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی
ہے ...... اور معلوم ہے کہ مخلوق کا
علم ایک آن میں غیر متناہی بالفعل کا
تفصیلی احاطہ نہیں کرسکتا، اس طرح کہ اس میں ہر فرد دوسرے
سے کامل طور پر ممتاز ہو۔

نیز اسی دولۃ المکیۃ کے صلا ۲۱۲ پر ہے :-

انی بیّنتُ انّ لہ سبحانہ	یہ تحقیق میں بیان کرچکا ہوں کہ اللہ سبحانہ
فی کل ذرّۃٍ ذرّۃٍ علوم	تعالیٰ کے ہر ہر ذرہ میں غیر متناہی علوم ہیں
لا تتناھی فکیف ینکشف	پس کوئی چیز کسی مخلوق کے لیے اسطرح کیسے
شیٔ لخلق کانکشافہ	منکشف ہوسکتی ہے جیسے کہ اس کا انکشاف
للخالق عزّ وجل	خداوند تعالےٰ کے لیے ہے ۔

تیسرا مقدمہ عقیدہ قائم کرنے کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور نفی کیلیے صرف عدم دلیل ثبوت کافی ہے، اسی لیے قرآن عزیز میں جابجا مشرکین کے خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ کی تردید میں فرمایا گیا ہے کہ یہ ان کے ذاتی خیالات اور شیطانی وساوس ہیں ۔خدا کی طرف سے اُن پر کوئی دلیل و برہان نہیں ۔

نیز خود مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی ابناء المصطفےٰ میں عقاید کے اثبات کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے ۔

چوتھا مقدمہ علوم دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کو دین سے تعلق ہے (جیسے تمام علوم دینیہ شرعیہ) اور دوسرے وہ جن کو دین سے تعلق نہیں (جیسے زید، عمرو، گنگا پرشاد، جمنا داس، سرہیگ، اور لارڈ ولنگڈن، مسٹر چرچل وغیرہ کے جزئی حالات کا علم، زمین کے کیڑے مکوڑوں اور سمندر کی مچھلیوں کی تعداد اور ان کے خواص کا علم، ان کی عام نقل و حرکت، اکل و شرب اور بول و براز کا علم) ظاہر ہے کہ ان چیزوں کے علم کو دین سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان علوم کو کمال انسانی میں کوئی دخل، اور نہ ان کے نہ ہونے سے انسان میں کوئی نقصان !

اگرچہ یہ مقدمہ بدیہی ہے اور ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی اس کو تسلیم کرے گا، مگر اب چند روز سے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی روحانی ذریت نے اس سے انکار شروع کر دیا ہے اور وہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی علم ایسا نہیں جس کا دین سے تعلق نہ ہو اور جس کو کمال انسانی میں دخل نہ ہو، لہذا یہاں بھی ہم حضرت خاں صاحب ہی کی ایک عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں، موصوف کے ملفوظات حصہ دوم صـــ۶۲ پر ہے "سیمیا ایک ناپاک علم ہے"۔ خاں صاحب کے اس مختصر مگر پُر معنی فقرے سے صرف اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ بعض علم ناپاک بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ جو علم ناپاک ہو وہ نہ دینی علم ہو سکتا ہے اور نہ کسی انسان کے لئے باعثِ کمال۔

پانچواں مقدمہ شریعت میں جس علم کی مدح کی گئی اور انسانوں کو جس کی ترغیب دی گئی ہے اور جو رضائے الٰہی کا باعث ہے وہ صرف وہ علم ہے جس کا تعلق دینیات سے ہو اور جس سے کمال انسانی وابستہ ہو، مثلاً قرآن عزیز میں ہے:۔

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝	کیا علم والے اور بے علم سب برابر ہو سکتے ہیں (ہرگز نہیں)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ	اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجے بلند کرے گا۔

ظاہر ہے کہ ان آیات میں علم سے نہ انگلش مُراد ہے نہ سنسکرت یا بھاشا، نہ سائنس نہ جغرافیہ، نہ جادوگری نہ شاعری، بلکہ صرف علم دین ہی مُراد ہے

اور وہی خدا کو محبوب ہے اور حدیث شریف میں ہے "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ" طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا	بہ تحقیق انبیاء علیہم السلام نے درہم
دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا	و دنانیر کی میراث نہیں چھوڑی، ان کی
وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ	میراث صرف علم ہے جس نے اس کو
مِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ	لے لیا اس نے بہت بڑا حصہ پایا۔

ان احادیث کریمہ میں بھی علم سے علم شریعت اور علم دین ہی مراد ہے، کون بدبخت کہہ سکتا ہے کہ دنیاوی علوم کا حاصل کرنا بھی مسلمان کا مذہبی فرض ہے، اور کون محروم البصیرت خیال کر سکتا ہے کہ جادوگری و شعبدہ بازی جیسے لغو علوم بھی میراث نبوت ہیں، بہرحال یہ چیز بالکل بدیہی ہے کہ شریعت میں جس علم کی ترغیب دی گئی ہے اور جس کو کمالِ انسانی میں دخل ہے وہ صرف علم دین ہے، بلکہ بیکار اور غیر متعلق باتوں کی کھود کرید سے تو شریعت نے منع فرمایا ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ	انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ
تَرْکُهٗ مَا لَا یَعْنِیْهِ (حدیث نبوی)	وہ بے کار باتوں میں نہ پڑے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب سے کسی نے تعزیہ داری اور امور متعلقہ تعزیہ داری کے متعلق چند سوال کیے تھے، منجملہ ان کے بارہواں سوال (شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق) یہ تھا کہ:۔

"بعد شہادت کس قدر سر مبارک دمشق کو روانہ ہوئے تھے اور کس قدر

واپس آئے۔

اس کے جواب میں مولوی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں :-

"حدیث میں فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار باتیں چھوڑ دے"۔

خاں صاحب کا وہ پورا فتوے جس میں یہ سوال وجواب درج ہے کئی جگہ متعدد بار چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور اس کی اصل بہ مہر و دستخط بھی میرے پاس محفوظ ہو اور اگر ان کے یہاں نقل فتاوی کا پورا اہتمام ہوگا (جیسا کہ میں نے سُنا ہے) تو غالباً وہاں بھی اس کی نقل محفوظ ہوگی۔

فتوے پر تو کوئی تاریخ درج نہیں اور لفافہ پر ڈاک خانہ کی مہر بھی کچھ زیادہ صاف نہیں تاہم بعد غور بسیار ظن غالب یہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں بریلی کے ڈاک خانہ سے وہ فتوے روانہ ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

خاں صاحب کے اس فتوے سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ بعض علوم ایسے بھی ہیں جو بیکار ہیں اور ان کا حاصل نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جس سوال کے جواب میں خاں صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے وہ سوال زید، عمر، بکر، حیوانات و بہائم، دریا کی مچھلی، مینڈک یا حشرات الارض کے متعلق نہیں کیا گیا ہے بلکہ اہلِ بیت کرام و شہدائے عظام کے مقدس سروں کے متعلق سوال ہے، اس کا جواب خاں صاحب یہ دیتے ہیں کہ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار باتوں کو چھوڑ دے۔

چھٹا مقدمہ | جو علوم انسان کے لیے باعث کمال نہیں اور جن کے حصول کیلیے انسان خدا کی طرف سے مامور نہیں (جیسے روزمرہ کے جزئی حوادث اور مخصوص افراد کے

شخصی اور خانگی حالات) اُن میں ایک مفضول کا دائرۂ علم افضل سے اور ایک مردود کا مقبول سے وسیع ہو سکتا ہے بلکہ غیر دینی اور غیر ضروری امور میں غیر نبی کا علم بھی کبھی نبی سے بڑھ سکتا ہے لیکن علوم شرعیہ و امور ضروریہ اور اُصول دینیہ میں ہمیشہ نبی ہی کا دائرۂ علم زیادہ وسیع ہو گا کیونکہ ان علوم کے فیضان میں وہ تمام اُمت کیلئے واسطۂ کبریٰ ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے یہ علوم افراد امت تک پہنچتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:۔

یجوز ان یکون غیر النبیؐ	جائز ہے کہ غیر نبی۔ نبی سے بڑھ جائے
فوق النبیؐ فی علوم لاتتوقف	ان علوم میں کہ جن پر نبی کی نبوت
نبوته علیها (ص ۴۹۵ ج ۵)	موقوف نہ ہو۔

ساتواں مقدمہ دین سے غیر متعلق اور غیر ضروری اُمور کے نہ جاننے کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام اور دیگر مقبولین بارگاہِ احدیت کی شان میں کوئی کمی بھی نہیں آتی، اور نہ ان کے کمال علمی کو اس سے کچھ صدمہ پہنچتا ہے، بلکہ ایسا سمجھنا انتہائی سفاہت اور منصب رسالت سے اعلیٰ درجہ کی جہالت ہے۔

علامہ قاضی عیاض جن کو حضرت رسالتؐ کے ساتھ، قابل تقلید عشق ہے "شفا شریف" میں اس نکتہ پر تنبیہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

فاما ما تعلق منها بامر الدنیا	بہر حال وہ علوم جن کا تعلق دُنیاوی
فلا یشترط فی حق الانبیاء	باتوں سے ہو، سو ان میں سے بعض کے
العصمة من عدم معرفة	نہ جاننے سے اور اُن کے متعلق خلاف
الانبیاء ببعضها او اعتقادها	واقعہ اعتقاد قائم کر لینے سے

علی خلاف ما ھی علیہ ولا
وصم علیہم فیہ اذ ھمتہم
متعلّقۃٌ بالآخرۃ وانبائہا
وامر الشریعۃ وقوانینہا
وامور الدنیا تضادھا
بخلاف غیرھم من اھل
الدنیا الذین یعلمون ظاھرا
من الحیوۃ الدنیا وھم عن
الآخرۃ ھم الغافلون ۝

انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا ضروری
نہیں (یعنی ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام
کو بعض دنیاوی باتوں کا علم نہ ہو)
اور اس کے نہ جاننے کی وجہ سے
اُن پر کوئی دھبہ نہیں کیونکہ انکی توجہ
آخرت اور اس کی خبروں اور شریعت
اور اس کے قوانین کے ساتھ متعلق ہے
اور دنیاوی باتیں ان کے برعکس ہیں
بخلاف اور اہل دنیا کے جو ایسی دُنیاوی
زندگانی کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں (شفا صفحہ ۲۵۲)

پھر اس مضمون کو متعدد احادیث شریفہ سے ثابت فرما کر صفحہ ۳۰۲ پر لکھتے ہیں :-

فمثل ھذا واشباھہ من امور
الدنیا التی لا مدخل فیہا لعلم
دیانۃ ولا اعتقادھا ولا تعلیمہا
یجوز علیہ فیہا ما ذکرنا اذ لیس
فی ھذا کلّہ نقیصۃ ولا محطّۃ
وانّما ھی امور اعتیادیۃ یعرفہا
من جرّبہا وجعلہا ھمّہ و
شغل نفسہ بہا والنبیّ

پس دنیاوی اُمور میں سے ایسی باتیں
کہ جن کو نہ دین کے علم میں کوئی دخل ہے
نہ اُس کی تعلیم میں نہ اس کے اعتقاد
میں (سو ایسی باتوں کے بارے میں)
جائز ہے نبی علیہ السلام پر وہ جو ہم
نے ذکر کیا (یعنی اُن باتوں کا نہ جاننا)
اس لیے کہ ایسی باتوں کے نہ جاننے
کی وجہ سے نہ تو کچھ نقصان

مشحون القلب بمعرفة	پیدا ہوتا ہے نہ درجہ اور مرتبہ میں
الربوبیۃ ملآن الجوانح	کوئی کمی آتی ہے، یہ امور تو عادت پر
بعلوم الشریعۃ"	موقوف ہیں ان کو وہ شخص خوب
انتہی بقدر الحاجۃ	جانے گا جس نے ان کا تجربہ کیا ہو
شفا قاضی عیاض ص۲۰۳	اور انھیں کو اپنا مقصد بنا لیا ہو

اور جس نے اپنے نفس کو انھیں باتوں میں مشغول کر دیا ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک تو معرفت آلہیہ سے اور سینہ فیض گنجینہ علوم شریعت سے لبریز ہے۔

بہرحال جو اُمور دین سے غیر متعلق ہوں اگر ان میں سے بعض کا علم کسی غیر نبی کو ہو جائے اور نبی کو نہ ہو تو اُس میں اس نبی (علیہ السلام) کی کوئی تنقیص نہیں، کیونکہ ان امور سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو کوئی خاص تعلق ہی نہیں؛ اسی لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

انتم اعلم بامر دنیاکم	اپنی دنیا کی باتوں کے تم زیادہ
(رواہ مسلم)	جاننے والے ہو۔

صحیح مسلم کی یہ روایت ہمارے مدعا کے لئے نہایت واضح اور روشن دلیل ہے نیز آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

اذا کان شیٔ من امر دنیاکم	جب کوئی چیز تمہارے دنیاوی اُمور میں
فانتم اعلم بہ واذا کان شیٔ	سے ہو جب تو تم ہی اُس کے زیادہ جاننے
من امر دینکم فالیّ رواہ احمد	والے ہو اور اگر کوئی دینی معاملہ ہو تو

میری طرف رجوع کرو، روایت | ومسلم عن انس) وابن ماجۃ
کیا اس کو امام احمد اور امام مسلم | عن انس وعائشۃ معاً)
نے حضرت انس سے اور ابن ماجہ | وابن خزیمۃ عن ابی قتادۃ)

نے حضرت انسؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں سے اور ابن خزیمہ نے
ابوقتادہ سے (کنز العمال ص۱۱۶ ج ۶)

آٹھواں مقدمہ اگر بعض جزئی واقعات کا علم ادنیٰ درجے کے کسی شخص کو ہو اور اعلیٰ کو نہ ہو یا کسی اُمتی کو ہو اور نبی کو نہ ہو تو صرف اسکی وجہ سے اُس ادنیٰ کو اعلےٰ سے اور اس اُمتی کو نبی سے اَعلم (زیادہ علم والا) نہیں کہا جاسکتا، مثلاً آج کل کی مادی ایجادات اور صنعتی اختراعات کے متعلق جو معلومات یورپ کے ایک ملحد کو حاصل ہیں یقیناً وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کو حاصل نہ تھے، گراموفون بنانے کا علم جو اس کے غیر مسلم موجد کو تھا وہ یقیناً حضرت غوث پاک کو نہ تھا لیکن کون احمق ہے جو ان مادی اور دنیوی علوم کی وجہ سے یورپ کے ان ملحدین کو حضرت امام حنیفہؒ، امام مالکؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اعلم (زیادہ علم والا) کہنے کی جرأت کرے، سینما اور تھیٹر کے متعلق جو معلومات ایک فاسق و فاجر بلکہ ایک کافر و مشرک تماشہ بین کو ہیں وہ یقیناً ایک بڑے سے بڑے متقی عالم کو نہیں تو کیا کوئی تاریک دماغ ہر تماشہ بین کو اس عالم سے اعلم کہہ سکتا ہے اور اسی پر کیا موقوف، جرائم پیشہ لوگوں کو جو معلومات اپنے جرائم کے متعلق ہوتے ہیں۔ حضرات علمائے دین کو ان کی ہوا بھی نہیں لگتی تو کیا سب چور، ڈاکو، گرہ کٹ، پاکٹ مار، شرابی، ہر عالم دین کے مقابلہ میں اعلمیت کا دعویٰ کرسکتے ہیں۔

اور کیا یہ واقعہ نہیں کہ نجاست کھانے والے کیڑے کو نجاست و غلاظت کا ذائقہ معلوم ہوتا ہے اور ہر شریف انسان اُس سے ناواقف ہے تو کیا اب نجاست کا ہر کیڑا ابھی تمام انسانوں سے اعلم کہا جا سکتا ہے۔

بہر حال یہ مقدمہ بالکل بدیہی ہے کہ جو علوم دین سے غیر متعلق ہوں اور جن علموں کو کمال انسانی میں کوئی دخل نہ ہو وہ اگر کسی شخص کو زیادہ مقدار میں حاصل ہو جائیں تو صرف اسکی وجہ سے اسکو زیادہ علم والا نہیں کہا جا سکتا، اعلم (زیادہ علم والا) جبھی کہا جائیگا جبکہ علوم کمالیہ اور علوم دینیہ میں دوسروں پر فوقیت رکھتا ہو،

نواں مقدمہ | قرآن و حدیث میں اسکی نظیریں بکثرت ملتی ہیں کہ حضور کی حیات طیبہ میں بہت سے واقعات جزئیہ کی اطلاع دوسرے لوگوں کو ہو گئی (بوجہ اسکے کہ وہ واقعہ انھیں پر گزرا تھا یا ان سے اس کا کوئی خاص تعلق تھا) اور حضور کو اُسوقت اسکی اطلاع نہ ہوئی، اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

(۱) غزوہ تبوک میں عبداللہ بن اُبَیّ منافق نے کسی موقع پر کہا:۔

لَا تُنۡفِقُوۡا عَلٰی مَنۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ — جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے والے ہیں اُنپر کچھ خرچ مت کرو

نیز اُسی مجلس میں اُس نے یہ بھی کہا:۔

وَلَئِنۡ رَّجَعۡنَا اِلَی الۡمَدِیۡنَةِ لَیُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ۔ — اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو زیادہ عزت والا ہوگا وہ ذلیلوں کو نکال دے گا (یعنی ہم مہاجرین کو مدینہ سے بھگا دیں گے)

اس کی یہ بکواس حضرت زید بن ارقم نے سُنی اور انھوں نے اپنے چچا سے اس کا ذکر کر دیا، انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، حضورؐ نے عبداللہ بن اُبَیّ اور اس کے ساتھیوں کو بُلایا اور اُس سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ ان منافقین نے جھوٹی قسم کھائی کہ ہم نے نہیں کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی تصدیق کر دی اور زید بن ارقم کو جھوٹا قرار دے دیا۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا ایسا صدمہ ہوا کہ مدت العمر کبھی ایسا صدمہ نہ ہوا تھا، یہاں تک کہ میں نے باہر نکلنا چھوڑ دیا تا آنکہ اللہ تعالےٰ نے سورۂ منافقون کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں جن میں حضورؐ کو اطلاع دی گئی کہ درحقیقت ان منافقین نے وہ ناشائستہ کلمات کہے تھے تو حضور نے مجھ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مطمئن ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمھارے بیان کی تصدیق نازل فرما دی۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

(۲) بعض منافقین کے متعلق سورۂ توبہ میں ارشاد ہے :۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ	اور بعض ان لوگوں میں سے جو تمھارے
الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَ	اردگرد ہیں بدوی منافق ہیں،
مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا	اور بعض اہل مدینہ میں سے منافقت میں بہت
عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ	مشاق ہیں آپ ان کو نہیں جانتے،
نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۔	ہم اُن کو خوب جانتے ہیں۔

اُس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں خود مدینہ طیبہ اور اُس کے آس پڑوس کی بستیوں میں کچھ ایسے منافق تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب آپ ان کو نہیں جانتے اور ظاہر ہے کہ خود اُن منافقین کو اپنے نفاق کا

ضرور علم ہوگا۔

(۳) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (سورہ بقرہ)	اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جن کی بات اس دنیوی زندگی میں آپ کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے دل کی بات پر خدا کو شاہد بناتے ہیں،

اور فی الحقیقت وہ نہایت جھگڑالو ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہ شخص دیکھنے میں بہت اچھا اور نہایت شیریں زبان تھا، حضور کی خدمت میں آتا اور اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا اور بہت زیادہ اظہار محبت کرتا تھا اور اس پر خدا کی قسمیں کھاتا تھا، حضور اس کو اپنے پاس بٹھاتے تھے، اور درحقیقت وہ منافق تھا اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

فنزل فیه و من الناس من یعجبك قوله" ای یروقك وتستحسنه و یعظم فی قلبك (خازن جلد اول ص۱۶۱)	اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کی بات آپ کو بھلی معلوم ہوتی ہے اور آپ اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور آپ کے دل میں اسکی عظمت ہوتی ہے۔

اس آیت کریمہ اور اس کے شان نزول سے معلوم ہوا کہ اخنس بن شریق کے باطن کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی تھا اور ظاہر ہے کہ وہ بدبخت اپنے حال سے ضرور آگاہ تھا۔

(۴) نیز منافقین ہی کی ایک جماعت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

ارشاد ہے :

وَاِذَا رَاَیْتَھُمْ تُعْجِبُکَ	اور جب آپ ان کو دیکھیں تو اُن
اَجْسَامُھُمْ وَاِنْ یَقُوْلُوْا	کے قد و قامت آپ کو خوشنما
تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ	معلوم ہوں ، اور اگر وہ کچھ کہیں
(سورۂ منافقون)	تو آپ ان کی سُن لیں گے ۔

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں " وَاِنْ یَقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ " کی تفسیر میں ہے :-

ای فتحسب انہ صدق	یعنی آپ اس کو سچا سمجھیں (ص۲۸ ج۳)

ان تینوں آیتوں سے بقدر مشترک اتنا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ ہی کے اندر کچھ ایسے سیاہ باطن منافق بھی تھے جن کے نفاق (یا مدارج نفاق) کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھا، ظاہر حال دیکھ کر آپ اُن کو اچھا جانتے تھے، ان کی جھوٹی باتوں کو سچ سمجھتے تھے، اور وہ بدکردار اپنے حال سے خود یقیناً خبردار تھے (اگرچہ بعد میں بذریعہ وحی حضورؐ کو بھی مطلع فرما دیا گیا ہو) اس کے بعد ہم اس سلسلہ میں صرف ایک آیت اور پیش کرتے ہیں، ارشادِ خداوندی ہے :-

وَمَا عَلَّمْنَاہُ الشِّعْرَ وَمَا	اور ہم نے اپنے رسول کو شعر نہیں
یَنْبَغِیْ لَہٗ (سورۂ یٰسٓ)	سکھایا اور نہ وہ ان کیلئے مناسب ہے ۔

اس آیت کریمہ سے نہایت صاف طور پر معلوم ہوا کہ آپ کو علم شعر نہیں عطا فرمایا گیا، حالانکہ یہ علم کافر ولے تک کو حاصل ہوتا ہے ۔

بہر حال قرآن اس حقیقت پر شاہد ہے کہ بعض غیر ضروری اور امور رسالت سے غیر متعلق علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں عطا فرمائے گئے، اور دوسروں کو حتیٰ کہ مشرکوں اور کافروں کو وہ حاصل تھے لیکن اس کی وجہ سے ان دوسروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ وسیع العلم کہہ دینا انتہائی بلادت اور اعلےٰ درجہ کی حماقت اور ضلالت ہے۔

اگر اس قسم کے واقعات احادیث میں تلاش کیے جائیں تو سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں نکل آویں گے۔ یہاں نمونہ کے طور پر محض چند حدیثیں اجمالاً ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو لگایا کرتی تھی، ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو نہ پایا تو حال دریافت فرمایا، عرض کیا گیا کہ اس کا انتقال ہو گیا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا:-

أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي	پھر تم نے مجھ کو اطلاع کیوں نہیں کی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:-

دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهَا	یعنی مجھے اس کی قبر بتلاؤ
فَدَلُّوهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ	چنانچہ قبر بتلا دی گئی پس

آپ نے اس پر نماز پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کو اُس عورت کے انتقال کی اطلاع نہ ہوئی اور صحابہ کو اطلاع تھی، نیز اُس کی قبر کی اطلاع بھی صحابہ ہی نے حضورؐ کو دی۔

(۲) سنن نسائی میں حضرت یزید بن ثابت سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ

ایک روز حضورؐ کے ساتھ باہر نکلے تو حضورؐ کی نظر ایک نئی قبر پر پڑی فرمایا

مَا ھٰذَا ؟ یہ کیا ہے ؟ (یعنی یہ کس کی قبر ہے)

عرض کیا گیا کہ یہ فلاں شخص کی فلانی کنیز کی قبر ہے' دوپہر میں اس کا انتقال ہوگیا اور حضورؐ چونکہ قیلولہ فرما رہے تھے اور حضورؐ روزے سے بھی تھے اس لیے ہم نے جگانا بہتر نہ سمجھا، پس حضور کھڑے ہوئے اور لوگوں نے پیچھے صف باندھی اور حضرتؐ نے نماز پڑھی، پھر ارشاد فرمایا:-

لا یموت فیکم میت	جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو
مادمت بین ظھرانیکم	جبتک کہ میں تمہارے درمیان موجود
الا آذنتمونی بہ فان	ہوں تو مجھ کو ضرور اسکی خبر دیا کرو کیونکہ
صلٰوتی لہ رحمۃٌ ۔	میری نماز اس کے واسطے رحمت ہے ۔

اس روایت سے بھی ہمارے مدعا پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے اور اس سے صرف ایک وقتی واقعہ ہی نہیں بلکہ آپ کی زندگی کی ایک عام مستمر حالت معلوم ہوتی ہے ۔

(۳) صحیح بخاری اور سُنن اربعہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ اُحد میں شہدائے اُحد میں سے دو دو کو ایک ایک قبر میں دفن فرماتے تھے اور قبر میں اُتارتے وقت لوگوں سے دریافت فرماتے تھے ۔

ایّھما اکثر اخذا للقرآن	ان دونوں میں سے کون زیادہ قرآن
فاذا اشیر الی احدھما	حاصل کرنے والا ہے ۔ پس جب ان
قدمہ فی اللحد ۔	میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ

کردیا جاتا تو آپ اس کو لحد میں پہلے اُتارتے ۔

(۴) صحیح مسلم اور سُنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر سے کچھ آواز سُنی، فرمایا:-

یہ شخص کب مرا ہے؟ — متیٰ مات ھذا؟

لوگوں نے عرض کیا دورِ جاہلیت میں — قالوا مات فی الجاھلیۃ

تو آپ کو اس سے مسرت ہوئی۔ — فسُرَّ بذٰلک۔

(۵) مسند احمد اور مسند بزار میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں حضور کی خدمت میں پنیر حاضر کیا گیا تو آپ نے دریافت فرمایا:-

یہ کہاں کا تیار شدہ ہے؟ — این صنعت ھذہ؟

لوگوں نے عرض کیا کہ پارس کا بنا ہوا ہے۔ — فقالوا بفارس! الخ

(۶) ابو داؤد و جامع ترمذی میں ابیض بن جمال سے مروی ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ مقام مارب[1] میں جو شورابہ ہو وہ مجھ کو عنایت فرما دیا جائے، چنانچہ حضورؐ نے درخواست منظور فرمائی اور وہ ان کو دیدیا گیا۔ جب واپس چل دیے تو حاضرین مجلس میں سے ایک صحابی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے ان کو کیا دے دیا؟

آپ نے تو ان کو بنا بنایا پانی (جو بلا کدو کاوش کے نمک بن سکتا ہے) دے دیا — اتدری ما قطعت له یا رسول الله انّما قطعت له الماء العِدَّ

تو حضورؐ نے اُن سے وہ واپس لے لیا — فانتزعه منه الخ

---

(۱) غالباً مارب میں آب شور کے کچھ چشمے تھے۔ جن سے نمک تیار کیا جاتا تھا، ابیض بن جمال نے انھیں کی درخواست کی تھی ۱۲ منہ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور کو پہلے اس زمین کی مخصوص حیثیت معلوم نہیں تھی اور اسی لاعلمی کی وجہ سے وہ ابیض بن جمال کو عطا فرما دی تھی، لیکن جب بعد میں اُن صحابی کے عرض کرنے سے اس کی حیثیت معلوم ہوئی (کہ اس سے عام پبلک کے منافع وابستہ ہیں) تو حضورؐ نے اس کو واپس لے لیا۔

(۷) صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دفعہ قضائے حاجت کیلیے) بیت الخلاء تشریف لے گئے تو میں نے حضور کے وضو کے لیے پانی بھر کر رکھ دیا۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ :-

یہ کس نے رکھا ہے؟ حضور کو اطلاع دی گئی کہ میں نے رکھا ہے تو حضور نے میرے لیے تفقہ فی الدین اور علم تاویل قرآن کی دُعا فرمائی	من وضع ھذا فاخبر فقال اللھم فقھہ فی الدین و علمہ التاویل

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اس موقع پر حضور کو پانی رکھنے والے کی اطلاع دوسروں نے دی۔

(۸) سُنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بخار میں مبتلا تھا اور مسجد میں پڑا ہوا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، پس آپ نے فرمایا :-

کسی نے دوسی جوان (ابوہریرہ) کو دیکھا ہے؟ یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا	من احس الفتی الدوسی ثلث مرات فقال رجل یا

تو ایک شخص نے عرض کیا، حضرت وہ یہ ہیں	رسول اللہ ھو ذا ابو عائشۃ فی
بخار میں مبتلا ہیں، مسجد کے گوشہ میں ہیں،	جانب المسجد، فاقبل یمشی
پس آپ میری طرف کو چلے اور میرے پاس	حتی وصل الیّ فوضع
پہنچکر اپنا دست مبارک مجھ پر رکھ دیا۔	یدہ علیّ الخ

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مسجد میں ہونے کی اطلاع حضورؐ کو نہ تھی دوسرے شخص کے مطلع کرنے سے حضورؐ کو خبر ہوئی۔

(۹) مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد الرحمن ابن الازہر سے مروی ہے کہ:۔

میں نے فتح مکہ کے سال (جب کہ میں	رایت رسول اللہ صلی اللہ
جوان لڑکا تھا) رسول خدا صلی اللہ	علیہ وسلم عام الفتح وانا غلام
علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خالد بن الولید	شاب یسئل عن منزل
کے گھر کا پتہ پوچھتے تھے۔	خالد بن الولید۔

(۱۰) صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی اور سنن ابی داؤد میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے خالد بن ولید نے بیان کیا کہ میں ایک بار اپنی خالہ حضرت میمونہؓ[1] کے پاس حاضر ہوا تو میں نے ان کے پاس بھنی ہوئی "گوہ" دیکھی جس کو ان کی بہن "حفیدہ" نجد سے لائی تھیں وہ گوہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردی گئی اور حضورؐ کی عادت شریفہ تھی کہ جبتک کھانے کی کیفیت نہ بیان کردی جاتی اور اس کا نام نہ بتلایا جاتا آپ اسکی طرف بہت کم ہاتھ بڑھاتے تھے

(۱) حضرت میمونہؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور خالد بن ولید اور عبد اللہ بن عباس کی حقیقی خالہ ہیں ۱۲ منہ

وكان قلما يقدم يديه لطعام
حتى يحدث عنه ويسمّى له
فاهوى بيده الى الضبّ فقالت
امرأة اخبرن رسول الله صلى
الله عليه وسلم بما قدمتن
له قلن هو الضبّ يا رسول الله
فرفع يده الخ

پس آپ نے اپنا دست مبارک گوہ
کی طرف بڑھایا تو ایک عورت نے کہا
کہ حضورؐ کو بتلا دو کہ حضورؐ کے سامنے کیا
رکھا گیا ہے۔ (چنانچہ ازواج مطہراتؓ
میں سے جو حاضر تھیں) انھوں نے
عرض کیا کہ حضور یہ گوہ ہے، تو آنحضرتؐ
نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ الخ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب وہ گوہ حضورؐ کے سامنے رکھی گئی تو آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ گوہ ہے حتیٰ کہ آپ نے کھانے کے لیے ہاتھ بھی بڑھا دیا اور بعد میں جب دوسروں کے بتلانے سے اس کا علم ہوا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔

(۱۱) طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت بلالؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ میرے پاس معمولی درجہ کی کھجوریں تھیں میں نے ان کھجوروں کو دیکر اُن کے بدلے میں اُن سے آدھی عمدہ کھجوریں لے لیں اور حضور کی خدمت میں حاضر کیں آپ نے ارشاد فرمایا ان سے اچھی کھجوریں آج تک ہم نے نہیں دیکھیں، تم یہ کہاں سے لائے ہو۔ (حضرت بلال کہتے ہیں:-)

من این هذا لك یا بلال؟
فحدثته بما صنعت فقال
انطلق فردّه علی صاحبه الخ

میں نے وہ تبادلہ کا واقعہ بیان کردیا تو
حضورؐ نے فرمایا ابھی جاؤ اور اُن کو واپس
کرکے آؤ (کیونکہ یہ ربوٰ ہوگیا)

(۱۲) مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں بہت عمدہ

کھجوریں دیکھیں، دریافت فرمایا یہ کھجوریں تمھارے پاس کہاں سے آئیں، انھوں نے عرض کیا

ہم نے دو صاع اپنی معمولی کھجوریں	من این لکم ھذا ؟
دے کر یہ ایک صاع اچھی کھجوریں لے	قلن ابدلنا صاعین بصاع
لی ہیں حضورؐ نے فرمایا ایک صاع کے	فقال (صلی اللہ علیہ وسلم)
بدلے میں دو صاع اور ایک درہم کے	لا صاعین بصاع ولا درھمین
بدلے میں دو درہم جائز نہیں	بدرھم الخ

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کو اس ناجائز تبادلہ کی اطلاع دوسروں کے عرض کرنے سے ہوئی۔

(۱۳) روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور امام احمدؒ نے مسند میں اور ابونعیم نے کتاب المعرفت میں حضرت عبداللہ بن سلام سے۔ اور عبدالرزاق نے ابوامامہ سے اور ابن جریر نے ابن ساعدہ سے کہ

جب اہل قبا کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی "فِیۡهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّتَطَهَّرُوۡا"

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا	ماھذا الطھور الذی
کو بلا کر دریافت فرمایا کہ تمھاری وہ کیا خاص	قد خصصتم به فی ھذہ
طہارت ہے جس کی تعریف خداوند تعالے	الآیة. وفی بعض الروایات
اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے؟ انھوں	فماطھورکم وفی بعضھا ان
نے عرض کیا کہ ہم استنجا میں ڈھیلے کے ساتھ	اللہ قد اثنیٰ علیکم فی
پانی کا بھی استعمال کرتے ہیں۔	الطھور خیرا الخ.

(۱۴) صحیح مسلم، جامع ترمذی، سُنن ابی داؤد اور سُنن نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے ہجرت پر حضورؐ سے بیعت کی اور حضرتؐ کو یہ علم نہ تھا۔

کہ وہ غلام ہے بعد میں اس کے لینے کے ارادہ سے اس کا آقا آیا تو حضورؐ نے اُس سے فرمایا کہ تم اس غلام کو ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو، چنانچہ آپ نے دو حبشی غلام دے کر اس کو خرید لیا اور اُسکے بعد آپ کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے جبتک کہ دریافت نہ فرالیں کہ وہ غلام تو نہیں ہے۔

ولم يشعر انه عبد فجاء سيده يريده فقال له صلى الله عليه وسلم بِعْنِيهِ فاشتراه بعبدين اسودين ثم لم يبايع احدًا بعده حتى يسئل أعبدٌ هو؟

(۱۵) صحیح بخاری اور جامع ترمذی اور سُنن ابی داؤد میں حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ (مدینہ میں سریانی زبان جاننے والے صرف یہودی تھے اگر کہیں سے سریانی میں کوئی خط آتا تو وہی پڑھتے اور اگر کسی کو سُریانی میں کچھ لکھوانا ہوتا تو وہ انھیں سے لکھواتا جب حضورؐ کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو) آپ نے مجھ کو سریانی سیکھنے کا حکم دیا اور فرمایا خدا کی قسم میں اپنی خط و کتابت میں یہودیوں کی طرف سے مطمئن نہیں (واللہ ما آمن یہود علی کتابی) پس نصف مہینہ پورا نہیں ہوا تھا کہ میں نے سریانی سیکھ لی اور مجھے اس میں خاصی مہارت ہو گئی، پھر میں ہی آنحضرتؐ کی طرف سے یہودیوں کو خط لکھتا تھا اور میں ہی اُن کے خطوط پڑھتا تھا"

اس روایت میں یہودیوں کی طرف سے جس خطرے کا ذکر ہے وہ جب ہی ممکن ہے کہ

حضورؐ کو اس سریانی زبان کا علم نہ ہو جس کا علم اس زمانہ کے یہودیوں کو تھا، اگرچہ اس مدعا کے ثبوت کے لئے حضورؐ کا امی ہونا کافی ہے جس کی شہادت قرآن مجید میں دی گئی ہو مگر میں نے یہ روایت اس لیے نقل کردی کہ یہ اس امیت کی ایک عملی تفسیر ہے جس کے بعد کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی، کیونکہ تاویل صرف اقوال و الفاظ میں چل سکتی ہے نہ کہ واقعات و حالات میں۔

یہاں تک پانچ آیتوں اور پندرہ حدیثوں سے صرف یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عہدِ رسالت میں بہت سے جزئی واقعات پیش آتے تھے اور حضورؐ کو ان کی اطلاع نہیں ہوتی تھی اور دوسرے لوگوں کو ہو جاتی تھی لیکن صرف ان جزئی معلومات کی وجہ سے (جن کو امور دین دیانت اور فرائض نبوت و رسالت سے کوئی خاص تعلق بھی نہیں) نہ اُن دوسرے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم داں کہا جا سکتا ہے اور نہ اُن علوم کے عدم حصول سے حضورؐ کے کمال علمی میں کوئی کمی آتی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد علیہ الرحمہ اپنی بے نظیر تفسیر روح المعانی میں رقام فرماتے ہیں:۔

ولا اعتقد فوات کمال بعدم	اور میں دنیوی اور جزئی حوادث کے
العلم بحوادث دنیویة جزئیة	علم نہ ہونے کی وجہ سے کمال کے
کعدم العلم بما یصنع زید	فوت ہو جانے کا قائل نہیں جیسے کہ
مثلا فی بیته وما یجری علیه	زید کے روزمرہ کے خانگی حالات کا
فی یومه وغده،	علم۔ (سو ایسے علموں کے نہ ہونے
(روح المعانی ص۳۵ ج ۸)	سے کمال نہیں جاتا)

دسواں مقدمہ اگر زید کو ایک ہزار باتوں کا علم ہو اور عمرو کو لاکھوں کروڑوں باتوں کا لیکن زید کے اُن ایک ہزار معلومات میں سے دس میں ایسے ہوں جو عمرو کو حاصل نہ ہوں تو ان دس میں علوم کی وجہ سے جو زید کو حاصل ہیں اور عمرو کو حاصل نہیں، زید کو علی الاطلاق "اعلم من عمرو (عمرو سے زیادہ علم داں) نہیں کہا جا سکتا (درانحالیکہ عمرو کو لاکھوں اور کروڑوں وہ علوم عالیہ حاصل ہیں جن کی زید کو ہوا بھی نہیں لگی) البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ زید کو فلاں فلاں معلومات ہیں اور عمرو کو نہیں، مثلاً حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو شریعت کے لاکھوں اور کروڑوں علم حاصل تھے اور ابن رشد کو بھی علوم شرعیہ میں خاصی دستگاہ تھی لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ کے عشر عشیر بھی نہیں تھی، مگر فلسفہ یونان کے متعلق جو معلومات ابن رشد کو حاصل تھے وہ یقیناً حضرت امام حنیفہؒ کو حاصل نہ تھے، کیونکہ ان کے زمانے میں فلسفہ یونان عربی میں منتقل ہی نہیں ہوا تھا، لیکن اس کی وجہ سے ابن رشد کو حضرت امام حنیفہ سے اعلم نہیں کہا جا سکتا۔

علیٰ ہذا حضرت امام شافعی اور امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم کو کتاب و سُنّت کے لاکھوں علوم حاصل تھے مگر تاریخ و سیر میں جو معلومات ابن خلدون و ابن خلکان کے تھے وہ تمام بحیثیت مجموعی ان حضرات کو یقیناً حاصل نہ تھے کیونکہ ابن خلکان اور ابن خلدون کے علم میں تو بہت سے وہ تاریخی واقعات بھی تھے جو ان حضرات ائمہ کی وفات کے بعد وقوع میں آئے لیکن اس کی وجہ سے ابن خلکان و ابن خلدون کو یا آج کل کے کسی مورخ کو ان ائمۂ دین سے اعلم نہیں کہا جا سکتا، علیٰ ہذا ایک موٹر ڈرائیور کو ڈرائیوری کے متعلق اور ایک موچی کو جُفت دوزی کے متعلق جو معلومات حاصل ہوتے ہیں وہ یقیناً خود مولوی احمد رضا خاں صاحب کو حاصل نہ تھے لیکن میرے نزدیک کوئی اَعلیٰ درجہ کا احمق بھی اس کی

وجہ سے ہر موٹر ڈرائیور اور موچی کو خاں صاحب موصوف سے زیادہ وسیع العلم کہنے کی جرأت نہ کرے گا۔

بہر حال جب کسی ایک شخص کو دوسرے کے اعتبار سے علی الاطلاق اعلم (زیادہ علم والا) کہا جائے گا تو مجموعۂ علوم کے اعتبار سے اور بالخصوص علوم دینیہ شرعیہ ہی کے اعتبار سے کہا جائے گا، اور اگر کوئی شخص زید کے لیے کسی خاص علم کی وسعت تسلیم کرے اور عمرو کے لیے تسلیم نہ کرے تو اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ اس نے زید کو عمرو سے اعلم مان لیا۔ بالخصوص جب کہ وہ علم علوم عالیہ کمالیہ میں سے بھی نہ ہو، اور بلکہ خصوصاً جبکہ شخص مذکور عمرو کے لیے اعلیٰ درجہ کے لاکھوں اور کروڑوں علوم ایسے مان رہا ہو جن کی زید کو بلکہ دُنیا کے کسی انسان کو ہوا بھی نہ لگی ہو۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

یہاں تک دس مقدمے ہوئے۔ ہم اس سلسلہ کو یہیں ختم کرتے ہیں اور اصل مبحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس مبحث میں بھی جواب دینے سے پہلے ہم کو مولوی احمد رضا خاں صاحب کی دیانت کا مرثیہ پڑھنا پڑتا ہے، اگر جناب موصوف عبارات "براہین قاطعہ" کے نقل کرنے اور ان کا مطلب بیان کرنے میں خیانت سے کام نہ لیتے تو آج اس کے جواب میں ہم کو اس قدر طوالت اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

براہین قاطعہ میں نہ تو مطلق علم کی وسعت میں کلام تھا، نہ علوم عالیہ کمالیہ کی بحث تھی بلکہ صرف علم روئے زمین کی وسعت میں گفتگو تھی، مولوی احمد رضا خاں صاحب کے ہم مشرب مولوی عبدالسمیع صاحب نے "انوار ساطعہ" میں شیطان و ملک الموت کے لیے اسی وسعت علمی کو دلائل سے ثابت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس پر قیاس کیا تھا

اور اسی قیاس کی بنا پر حضور کے لیے علم زمین کی وسعت ثابت کی تھی، اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مصنف "براہین قاطعہ" نے اسی قیاس کو رد کیا (براہین قاطعہ انوار ساطعہ ہی کا جواب ہے)

بہر حال براہین قاطعہ کی ساری بحث صرف علم زمین کی وسعت میں تھی جس کو دین و دیانت اور فرائض نبوت و رسالت سے کوئی خاص تعلق نہیں (اور ایسے علوم کے متعلق بذیل مقدمہ ع ۶ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح ہم تفسیر کبیر سے نقل کر چکے ہیں کہ "ان میں غیر نبی کا علم نبی سے وسیع تر ہو سکتا ہے"[1])

لیکن مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنی مجددانہ تلبیس سے لکھ مارا کہ:۔

انه قد صرح فی کتابه البراهین القاطعة ... بان شیخهم ابلیس اوسع علما من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم	اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔

غور فرمایا جائے کہاں صرف علم زمین کی وسعت اور کجا مطلق علم کی وسعت۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

---

(۱) نیز مقدمہ نمبر ۸ کے ذیل میں نہایت واضح دلائل سے ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ اگر ایسے علوم میں کسی کا دائرہ علم زیادہ وسیع ہو تو اس کو دوسروں کے اعتبار سے علی الاطلاق اعلم نہیں کہا جا سکتا۔ جب کسی کو دوسرے کے اعتبار سے "اعلم" کہا جائے گا تو علوم کمالیہ اور مجموعۂ علوم ہی کے اعتبار سے کہا جائے گا جیسا کہ آخری مقدمہ میں ثابت کیا جا چکا ہے۔

ہم ناظرین کی سہولت کے لیے ایک مثال بھی پیش کرتے ہیں اور اُسی سے انشاءاللہ عبارت براہین کی پوری توضیح بھی ہو جائے گی۔

فرض کیجئے کہ مصنف انوار ساطعہ کی ذہنیت رکھنے والا مولوی احمد رضا خاں صاحب کا کوئی دوسرا بھائی مثلاً "زید" کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو "شعر" کا علم حاصل تھا اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ بہت سے فاسقوں اور کافروں کو یہ فن آتا ہے، امرأالقیس بدترین کافر تھا اور ساتھ ہی اعلیٰ درجہ کا شاعر بھی، فردوسی فاسد العقیدہ شیعی تھا اور فارسی کا بہترین شاعر بھی، پس جب کہ فاسقوں اور کافروں تک کو یہ فن حاصل ہے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جو افضل المرسلین سید الاولین والآخرین ہیں ضرور حاصل ہوگا۔ اس کے جواب میں مولانا خلیل احمد صاحب کا کوئی ہم مسلک مسلمان کہے کہ:-

"امرأالقیس اور فردوسی کا حال تاریخ کی متواتر شہادتوں سے معلوم ہوا، اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں، اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں بلکہ قطعی ہیں، قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں لہٰذا اس کا اثبات جب قابل التفات ہو کہ قطعیات سے اسکو ثابت کرے اور خلاف تمام اُمت کے ایسے قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر خراب کیا جائے تو کب قابل التفات ہوگا۔

دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے قرآن پاک میں ہے:-

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا   یعنی ہم نے ان کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو)

يَنْبَغِي لَهٗ (سورہ یٰس)	شعر کا علم نہیں دیا اور وہ ان کے لئے مناسب بھی نہیں

اور کتب حدیث میں مروی ہے کہ حضورؐ نے مدۃ العمر کبھی ایک شعر بھی نہیں کہا اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب "فتاویٰ قاضی خاں" میں ہے۔

قال بعض العلماء من قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال شعرًا فقد کفر	جو شخص کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شعر بھی کہا وہ کافر ہے۔

تیسرے اگر افضلیت ہی اس کی موجب ہے تو تمام نیک مسلمان امرأ القیس اور فردوسی سے اچھے شاعر ہونے چاہئیں۔۔۔علیٰ ہذا القیاس غور کرنا چاہئے کہ امرؤ القیس اور فردوسی کا حال دیکھ کر علم شعر کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا بد دینی نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔

امرأ القیس اور فردوسی کو علم شعر کی وسعت تاریخ کی متواتر شہادتوں سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم شعر کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک خلاف شریعت عقیدہ ثابت کرتا ہے"[1]

اس پر مولوی احمد رضا خاں صاحب کا کوئی روحانی فرزند فتوےٰ دے کہ "اس شخص نے اپنی عبارت میں تصریح کی ہے کہ امرأ القیس اور فردوسی کا

---

(۱) مذکورہ بالا عبارت بعینہ براہین قاطعہ کی ہے البتہ خط کشیدہ الفاظ ہمارے ہیں جن میں تمثیل کی ضرورت سے کچھ ترمیم کر دی گئی ہے، ورنہ خاکہ بالکل براہین قاطعہ ہی کا ہے ۱۲ مصنف

علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے .... اور بیشک نسیم الریاض میں فرمایا کہ "جو کسی کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتائے اس نے بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عیب لگایا اور حضور کی شان گھٹائی تو وہ (حضور کو) گالی دینے والا ہے"[1]۔ (لہذا کافر و مرتد ہے)

ناظرین با انصاف غور فرمائیں کہ کیا اس مفتی نے خیانت نہیں کی؟ کیا مذکورہ بالا عبارت میں مطلق علم، یا علوم عالیہ کمالیہ کی بحث تھی؟ اور کیا شخص مذکور نے امرأ القیس اور فردوسی کے لیے مطلق علم یا علوم عالیہ کمالیہ کی وسعت تسلیم کی ہے؟ اور کیا اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق وسعت علمی سے انکار کیا ہے؟ یا علوم متعلقہ نبوت و رسالت و علوم عالیہ و کمالیہ سے اس کو انکار ہے؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کچھ بھی نہیں بلکہ یہاں صرف علم شعر کی بحث ہے۔ اُسی کی وسعت کو امرأ القیس جیسے کافر اور فردوسی وغیرہ کے لیے تسلیم کیا گیا ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ شخص مذکور نے امرأ القیس جیسے کافر اور فردوسی جیسے فاسد العقیدہ کو حضور سے زیادہ وسیع العلم مان لیا ـــ یا تو ایسے عیار و مکار کا کام ہے جو اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لیے مسلمانوں میں تفریق ڈلوانا چاہتا ہے یا ایسے جاہل اور احمق کا کام ہے جو "اعلم" اور "اوسع علما" کے معنی سے بھی نا آشنا ہے۔ ہم دسویں مقدمہ میں ثابت کر چکے ہیں کہ ایک کو دوسرے کے اعتبار سے اعلم (زیادہ وسیع العلم) علوم عالیہ کمالیہ اور مجموعۂ علوم ہی کے اعتبار سے کہا جاتا ہے ورنہ لازم آئیگا کہ ایک موچی اور ایک موٹر ڈرائیور بلکہ نجاست کے ایک ناپاک کپڑے کو

---

(۱) منقولہ بالا عبارت بعینہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی ہم نے صرف تطبیق مثال کے لیے ابلیس کے بجائے امرأ القیس اور فردوسی کا نام لکھ دیا ہے ۱۲ منہ

بھی مولوی احمد رضا خاں صاحب کے مقابلہ میں اعلم کہنا صحیح ہو، اس کی تفصیل آٹھویں اور دسویں مقدمے کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

اگرچہ ارباب فہم کے لیے اسی قدر کافی ہے مگر بدقسمتی سے سابقہ ایسی جماعت سے پڑا ہے جس میں جہل کی کثرت ہے اور پھر اللہ کی عنایت سے جو علماء ہیں وہ بھی جہلاء سے کمتر نہیں بلکہ بدتر ہیں لہٰذا مزید تفصیل کے لیے ہم ایک مثال اور عرض کرتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ایک اُلّو کی عجیب و غریب کہانی بیان فرمائی ہے۔

خاں صاحب بریلوی کا کراماتی اُلّو

خاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں :-

"تین صاحب جا رہے تھے دُور ایک جنگل میں دیکھا کہ بہت آدمیوں کا مجمع ہے ایک راجہ گدّی پر بیٹھا ہے، جواری حاضر ہیں[1] ایک فاحشہ ناچ رہی ہے، شمع روشن ہے یہ صاحب تیر اندازی کے بڑے مشّاق تھے، آپس میں کہنے لگے کہ اس مجلس فسق و فجور کو درہم برہم کرنا چاہیئے، کیا تدبیر کی جائے؟

ایک نے کہا کہ راجہ کو قتل کر دو کہ سب کچھ اسی نے کیا ہے، دوسرے نے کہا اس ناچنے والی عورت کو قتل کر دو، تیسرے نے کہا کہ اسے بھی نہ قتل کرو کہ وہ خود نہیں آئی راجہ کے حکم سے آئی ہے، اپنی غرض تو مجلس کا درہم برہم کرنا ہے اس شمع کو گل کر دو، یہ رائے پسند ہوئی، انھوں نے تاک کر شمع کی لَو پر تیر مارا، شمع گل ہوئی اب نہ وہ راجہ رہا نہ فاحشہ نہ مجمع، نہایت تعجب ہوا، بقیہ رات وہیں گزاری جب صبح ہوئی تو

---

(۱) یعنی پیشہ ور لونڈیاں ۱۲

دیکھا کہ اُلّو مرا پڑا ہے اور اسکی چونچ میں وہی تیر لگا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ سب کام اُسی اُلّو کی رُوح کر رہی تھی۔"[1]

اب فرض کیجئے کہ خاں صاحب کا ایک مرید (علیم الدین) جو خاں صاحب کو محدث، مفسر، فقیہہ، صوفی، حافظ، قاری سبھی کچھ سمجھتا ہے مگر کہتا ہے کہ اعلٰیحضرت کو مسمریزم نہیں آتا تھا، اور ایک دوسرا مرید (حفیظ الدین) کہتا ہے کہ اعلٰیحضرت کو مسمریزم آتا تھا اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ اعلٰیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا ملفوظ شریف سے معلوم ہوا کہ ایک اُلّو مسمریزم کا اتنا ماہر تھا کہ اپنی ایک نگاہ میں اچھا خاصہ بھان متی کا تماشا دکھاتا تھا تو ہمارے اعلیٰ حضرت مجدد ملت جو خدا کے بڑے مقبول بندے تھے اور اس اُلّو سے یقیناً ہزاروں بلکہ لاکھوں درجہ افضل تھے تو بھلا ان کو کیوں نہیں آتا ہوگا۔ اس پر علیم الدین کہتا ہے کہ اُلّو کی مسمریزم دانی تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ملفوظ شریف سے معلوم ہوئی، مگر اعلیٰ حضرت کی مسمریزم دانی کا کیا ثبوت ہے اور اعلیٰحضرت کو اُلّو پر قیاس کرنا ——— قیاس فاسد (بلکہ نہایت بیہودہ حرکت) ہے۔

تو کیا خاں صاحب کے کسی مرید یا وارث کو حق پہنچتا ہے کہ اس غریب علیم الدین پر اعلیٰحضرت کے علم کی تنقیص کا دعویٰ دائر کر دے اور یہ کہے کہ اُس نے ایک اُلّو کو حضور پُر نور اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد الملت صلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیہ وسلم[2] ——— سے زیادہ وسیع العلم مان لیا ——— میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسا سمجھنے والا اور کہنے والا ہی اُلّو ہے، اور اگر بیچارے

---

(۱) جناب خاں صاحب نے یہ قصہ مسمریزم کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے، ملاحظہ ہو ملفوظات حصہ چہارم مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۲ منہ

(۲) مولوی احمد رضا خاں صاحب کے متبعین و مریدین یوں ہی کہتے ہیں ۱۲

علیم الدین کو رضا خانی برادری سے خارج کرنے کے لیے دانستہ طور پر از راہِ عیاری اس کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرتا ہے تو اعلیٰ درجہ کا فریبی اور پلّے سرے کا خائن ہے۔

بہرحال خاں صاحب کی پہلی خیانت تو یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں ایک خاص علم کی وسعت یعنی علم رُوئے زمین کی وسعت میں کلام تھا، اُسی کو مولوی احمد رضا خاں صاحب کے مشربی بھائی مولوی عبد السمیع صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لیے دلائل سے ثابت کر کے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنا بر افضلیت قیاس سے ثابت کیا تھا اور مصنف براہین نے اسی قیاس کو رد کیا تھا، نیز عبارت میں ایسے الفاظ بھی موجود تھے جنھوں نے بحث کو صرف علم زمین کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ چنانچہ براہین قاطعہ کے ص۴۷ سے خاں صاحب نے جو فقرہ نقل کیا ہے اُس کے شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں:۔

"الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے"۔

اس فقرے میں "علم محیط زمین" کا لفظ موجود ہے، جس کے بعد کوئی شبہ ہی نہیں رہتا، مگر خاں صاحب کی دیانت ملاحظہ ہو کہ آپ نے "حسام" میں اس فقرے کا آخری خط کشیدہ جز یعنی صرف "خبر" تو نقل کر دی لیکن پہلا جُز یعنی مبتدا جس میں علم محیط زمین کی تصریح تھی ـــ صاف ہضم کر گئے اور اس پر آپ کا لقب ہے مجدد مائۃ حاضرہ، مؤیّد ملّت طاہرہ وغیرہ وغیرہ،

پھر اسی جگہ اسی قسم کی ایک اور خیانت ملاحظہ ہو۔ خاں صاحب کی نقل کردہ

عبارتِ براہین سے ٹھیک دو سطر کے بعد اُسی صفحہ پر یہ عبارت شروع ہوتی ہے۔

"پس اعلیٰ علیین میں رُوح مبارک علیہ السلام کے تشریف رکھنے اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔"

اس عبارت میں بھی ان امور کا لفظ صاف تبلا رہا ہے کہ بحث صرف علم رُوئے زمین کی ہے نہ مطلق علم کی، نہ علوم عالیہ کمالیہ کی جن پر فضل انسانی کا مدار ہے، لیکن خاں صاحب نے اس عبارت کو بھی صاف اُڑا دیا۔

بہرحال براہین قاطعہ میں یہ تمام تصریحات ہوتے ہوئے بھی (جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں بحث صرف علم روئے زمین کی ہے نہ مطلق علم کی) خاں صاحب نے بے دریغ لکھ مارا کہ:۔

اُس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ ہے۔"

یہاں تک خاں صاحب کی پہلی خیانت کا ذکر تھا اور اس کے ضمن میں موصوف کے پہلے اعتراض کا شافی جواب بھی ہو گیا جس کے بعد کسی منصف بلکہ متعنت اور متعصب کو بھی کوئی گنجائش نہیں رہتی فللّٰہ الحمد

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں ملک الموت اور شیطان کے لیے (اُن دلائل کی بنا پر جو مولوی عبدالسمیع صاحب مصنف انوارِ ساطعہ نے پیش کیے ہیں) صرف علم زمین کی وسعت تسلیم کی گئی ہے اور اسی مخصوص وسعت کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیر ثابت بالنص کہا گیا ہے اسکو مطلق وسعتِ علمی کے انکار پر محمول کرنا اور یہ نتیجہ نکالنا کہ

(معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو شیطان کے علم سے کم بتلادیا حضرت اسی جاہل اور احمق کا کام ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عالی کو اس عالم سفلی میں محدود سمجھتا ہو لیکن جس کے نزدیک آپ کے علم کی پرواز عرش و کرسی سے بھی بالاتر ہو وہ ایسی حماقت کا ارتکاب کیونکر کر سکتا ہے ؟

اگر آج کوئی شخص کہے کہ تعمیرات کے فن میں فلاں یورپین انجینیر کے معلومات حضرت امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ وسیع ہیں تو کوئی احمق سے احمق بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس شخص نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے علم کو اس کافر انجینیر کے علم سے گھٹا دیا، اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں شرابی کو شراب کے متعلق بہت کچھ معلومات ہیں اور فلاں غوث و قطب کو وہ معلومات حاصل نہیں تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ اُس شخص نے اُس شرابی کو غوث و قطب سے زیادہ وسیع العلم مان لیا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ گمراہ کرنے کے لیے شیطان کو جن وسائل کی ضرورت تھی (بندوں کی آزمائش کے لیے) حق تعالیٰ نے وہ سب اس کو عنایت فرمائے، قیامت تک کی عمر دی، وہ عجیب و غریب قدرت دی کہ انسان کی رگ و پے میں خون کی طرح دوڑ سکے بندگان خدا کو گمراہ کرنے کے لیے جس علم کی ضرورت تھی وہ بھرپور دیا تاکہ وہ اپنی ابلیسانہ کوششیں ختم کرلے اور دنیا دیکھ لے کہ "عباد الرحمٰن" کے مقابلہ میں اُس کے سارے ہتھیار کس طرح بے کار ہوتے ہیں۔

اُس کو ضرورت ہے کہ بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لیے ان کے امیال و عواطف (جذبات و خواہشات) سے واقف ہو اُس کو معلوم ہونا چاہیے کہ فلاں جگہ تنہائی میں ایک نوجوان عورت ہے اور فلاں آوارہ نوجوان کو اس تدبیر سے وہاں تک پہنچایا جا سکتا ہے

فلاں جگہ محفل رقص ہے اور شوقین مزاج نوجوانوں کا فلاں جگہ مجمع ہے اور اس حیلہ سے ان کو اس مجلسِ فواحش میں بھیجا جا سکتا ہے، بہر کیف اس کو ان شیطانی امور کی تکمیل کے لیے اس عالمِ سفلی کے وسیع معلومات کی ضرورت ہے لیکن مقربان بارگاہ خداوندی کو ان لغویات سے کیا غرض؟ ان کا کام تو ارشاد و ہدایت ہے اور اس کے لئے جن پاکیزہ علوم کی ضرورت ہے وہ حق تعالیٰ نے ان کو بے نہایت عطا فرمائے۔

پس اگر اس عالمِ سفلی کے کچھ علوم شیطان کو حاصل ہوں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کو حاصل نہ ہوں تو کون احمق اور شیطان کا کون سا اُمتی ہوگا جو ان علوم سفلیہ کی وجہ سے شیطان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے نبی علیہ السلام سے زیادہ وسیع العلم کہہ دے، درانحالیکہ علوم الٰہیہ اور معارف ربانیہ سے اُن کو وہ وافر حصہ ملا ہے جو کسی مقرب سے مقرب فرشتہ کو بھی نصیب نہیں۔

ہم مقدمات کے ذیل میں اس موضوع پر کافی سے زیادہ روشنی ڈال چکے ہیں۔ اب یہاں صرف ایک چیز اور عرض کرتے ہیں اور اسی پر انشاء اللہ بحث کا خاتمہ ہے، دشمنانِ صداقت سے تو ہمیں کوئی توقع نہیں، ہاں جن حق پسندوں کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اُن سے ضرور قبول حق کی اُمید ہے، ملاحظہ ہو،

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی صفائی میں

مولوی عبدالسمیع و مولوی احمد رضا خاں صاحبان کی زبردست شہادت

مُوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

ہمارے بیان سابق سے یہ تو معلوم ہو چکا کہ مصنف براہین قاطعہ کا جرم صرف

اس قدر ہے کہ اُس نے ایک خاص علم یعنی علم کی وسعت (بنا براں دلائل کہ جو آپ کے مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوارِ ساطعہ میں پیش کیے ہیں) ملک الموت اور شیطان کے لیے تسلیم کی ہے اور اسی وسعت علمی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیر ثابت بالنص کہا ہے لیکن

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

ذرا اسی بحث میں انوارِ ساطعہ کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں :-

"اور تماشا یہ کہ اصحاب محفلِ میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالسِ مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوے کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے"۔

کہئے! اتنی صفائی کے ساتھ تو مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی نہیں لکھا انھوں نے تو صرف علم زمین کی اُس مخصوص وسعت کو غیر منصوص ہی بتلایا تھا، مولوی احمد رضا خاں صاحب کے یہ مشربی بھائی مولوی عبدالسمیع صاحب تو صاف فرماتے ہیں کہ ملک الموت اور شیطان کا حاضر ہونا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہی نہیں بلکہ) زیادہ تر مقامات میں پایا جاتا ہے۔ منقولہ بالا عبارت انوارِ ساطعہ کے اس پہلے ایڈیشن میں بھی ہے جو براہین قاطعہ سے پہلے شائع ہوا ہے اور اس میں بھی جو بعد میں مولوی عبدالسمیع صاحب کی نظر ثانی اور ترمیم کے بعد شائع ہوا ہے اور جس پر مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تقریباً چار صفحہ کی تقریظ بھی ہے جس میں مولوی عبدالسمیع صاحب اور انکی انوارِ ساطعہ کی تعریف میں خوب زمین آسمان کے قلابے ملائے گئے ہیں، لہٰذا مولوی احمد رضا خاں صاحب کے

اخلاف وتبعین فرمائیں کہ :-

(۱) مولوی عبدالسمیع صاحب اس عبارت کی وجہ سے کافر ہوئے یا نہیں ؟

(۲) اور خود خاں صاحب اس پر تقریظ لکھنے کی وجہ سے کہاں پہنچے ؟

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو دیدۂ بصیرت دے، آپ حضرات نے مصنف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت دیکھی ؟ اُن خاں صاحب نے جو الزام ان پر رکھا تھا وہ خود ہی اس میں گرفتار ہو گئے۔

اس وقت ہم اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں اور مناسب سمجھتے ہیں کہ خاتمۂ بحث میں رسالہ "التصدیقات لدفع التلبیسات" سے مصنف براہین قاطعہ (علیہ الرحمہ) کا وہ کلام بھی نقل کر دیں جو آں مرحوم نے خاں صاحب کے اسی شیطان والے بہتان کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔

جب مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنی محنت اور کمائی کا یہ نتیجہ (فتوائے کفر) لے کر حرمین شریفین پہنچے اور وہاں کے ان علمائے کرام سے جو حقیقت حال سے ناواقف تھے دھوکہ دے کر تصدیق کرائی اور حرمین شریفین میں بھی علمائے دیوبند کے متعلق یہ چرچے ہوئے تو وہاں کے بعض اہل علم نے حضرات علمائے دیوبند و سہارنپور سے اُن کے عقائد کے متعلق چھبیس ۲۶ سوال کیے ان سوالوں کا جواب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مصنف "براہین قاطعہ" نے تحریر فرمایا، پھر یہ مجموعہ بغرض تصدیق و توثیق حرمین شریفین، شام دمشق، حلب، مصر وغیرہ بلاد اسلامیہ کے علمائے کرام کی خدمت میں بھیجا گیا اور ان علمائے کرام و مفتیان عظام نے اُس کی تصدیق و تصویب فرمائی اور پھر وہ جواب مع ان تصدیقات کے چھپوا دیا گیا اور اسی زمانہ میں "التصدیقات لدفع التلبیسات" کے نام سے

اس کا پہلا ایڈیشن مع ترجمے کے شائع ہو گیا، پھر اس کے بعد سے اس وقت تک اس کے بہت سے ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

اس میں انیسواں سوال مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اسی شیطان والے بہتان کے متعلق ہے ذیل میں ہم وہ سوال و جواب بجنسہ نقل کرتے ہیں، ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہم نے جو کچھ اس بحث میں لکھا ہے وہ درحقیقت اسی اجمالی جواب کی تفصیل ہے جو خود مصنفؒ براہین نے اپنی زندگی میں دیا ہے۔

السوال التاسع عشر	انیسواں[19] سوال
اترون ان ابلیس اللعین	کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا
اعلم من سید الکائنات	علم سید الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام
علیہ السلام واوسع علما منه	کے علم سے زیادہ اور مطلقاً وسیع تر
مطلقا وھل کتبتم ذلك	ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی
فی تصنیف ما وبم تحکمون	تصنیف میں لکھا ہے، جس کا یہ عقیدہ
علی من اعتقد ذلك	ہو اس کا کیا حکم ہے؟
الجواب	**جواب**
قد سبق منا تحریر ھذه	اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم
المسئلة ان النبی علیه السلام	علیہ السلام کا علم حکم و اسرار وغیرہ کے
اعلم الخلق علی الاطلاق	متعلق مطلقاً تمامی مخلوقات سے زیادہ
بالعلوم والحکم والاسرار	ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے
وغیرھا من ملکوت الآفاق	کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے

ونتیقن ان من قال ان
فلانا اعلم من النبیّ علیه
السلام فقد کفر وقد افتیٰ
مشائخنا بتکفیر من قال ان
ابلیس اللعین اعلم من النبیّ
علیه السلام فکیف یمکن ان
توجد هذه المسئلة فی تالیف ما
من کتبنا غیر انّه غیبوبة
بعض الحوادث الجزئیة
الحقیرة عن النبیّ علیه
السّلام لعدم التفاته الیه
لا یورث نقصا ما فی اعلمیته
علیه السلام بعد ما ثبت انّه
اعلم الخلق بالعلوم الشریفة
اللائقة بمنصبه الاعلی کما
لا یورث الاطلاع علی اکثر
تلک الحوادث الحقیرة لشدة
التفات ابلیس الیها شرفا و
کمالا علمیا فیه فانه لیس

وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس
شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے
چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا
علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے پھر
بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ
کہاں پایا جا سکتا ہے، ہاں کسی جزئی
حادثہ حقیرہ کا حضرت کو اس لئے معلوم
نہ ہونا کہ آپ نے اسکی جانب توجہ
نہیں فرمائی، آپ کے اعلم ہونے
میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہیں کر سکتا
جب کہ ثابت ہو چکا کہ آپ اُن شریف
علوم میں جو آپ کے منصب اعلیٰ کے
مناسب ہیں ساری مخلوق سے
بڑھے ہوئے ہیں جیسا کہ شیطان کو
بہتیرے حقیر حادثوں کی شدتِ التفات
کے سبب اطلاع مل جانے سے
اُس مردود میں کوئی شرافت اور علمی
کمال حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ اُن پر
فضل و کمال کا مدار نہیں ہے اس سے

علیہ بامداد الفضل والکمال
ومن ھھنا لا یصح ان یقال
ان ابلیس اعلم من سیدنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کما لا یصح ان یقال لصبی علم
بعض الجزئیات انہ اعلم من
اعلم متبحر محقق فی العلوم و
الفنون الذی غابت عنہ تلک
الجزئیات ولقد تلونا علیک
قصۃ ھدھد مع سلیمان علی
نبینا وعلیہ السلام وقولہ انی
احطت بما لم تحط بہ ودواوین
الحدیث ودفاتر التفسیر
مشحونۃ بنظائرھا المتکاثرۃ
المشتھرۃ بین الانام وقد

معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ شیطان کا علم
سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
علم سے زیادہ ہے ہرگز صحیح نہیں،
جیسا کہ کسی ایسے بچہ کو جسے کسی جزئی کی
اطلاع ہوگئی ہے یوں کہنا صحیح نہیں کہ
فلاں بچہ کا علم اس متبحر و محقق سے زیادہ ہے
جس کو جملہ علوم و فنون معلوم ہیں مگر یہ جزئی
معلوم نہیں اور ہم ہدہد کا سیدنا سلیمان
علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والا قصہ
بتا چکے ہیں (۱) اور یہ آیت پڑھ چکے ہیں کہ
"مجھے وہ اطلاع ہے جو آپ کو نہیں"
اور کتب حدیث و تفسیر اس قسم کی مثالوں
سے لبریز ہیں (۲) نیز حکماء کا اس پر اتفاق ہے
کہ افلاطون و جالینوس وغیرہ بڑے طبیب
ہیں جنکو دواؤں کی کیفیت حالات کا بہت زیادہ

---

(۱) یہ واقعہ سورہ نمل میں مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان نے ہُدہُد کو تلاش کیا تو نہیں پایا تو بہت زیادہ ناراضی کا اظہار فرمایا۔ جب وہ دیر کے بعد حاضر ہوا تو اس سے باز پرس کی تو اس نے کہا کہ میں ملک سبا سے ایک نہایت عظیم الشان خبر معلوم کرکے لایا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدہد جیسے پرند کو ایک ایسی بات معلوم ہو سکتی ہے جو نبی وقت کے علم میں نہ ہو۔ ۱۲

(۲) ہم نویں مقدمہ میں اس مضمون کی ۵ آیتیں مع اقوال مفسرین اور پندرہ حدیثیں پیش کر چکے ہیں ۱۲

اتفق الحکماء علی ان افلاطون
وجالینوس وامثالهما من
اعلم الاطباء بکیفیات الادویة
واحوالها مع علمهم ان دیدان
النجاسة اعرف باحوال النجاسة
وذوقها وکیفیاتها فلم تضر عدم
معرفة افلاطون وجالینوس
هذه الاحوال الردیة فی اعلمیتهما
ولم یرض احد من العقلاء
والحمقیٰ بان یقول ان الدید
ان اعلم من افلاطون مع انها
اوسع علما من افلاطون باحوال
النجاسة ومبتدعة دیارنا یثبتون
للذات الشریفة النبویة علیه
الف الف تحیة وسلام جمیع علوم
الاسافل الاراذل والافاضل
الاکابر قائلین انه علیه السلام
لما کان افضل الخلق کافة
فلا بد ان یحتوی علی علومهم

علم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ نجاست
کے کیڑے نجاست کی حالتوں اور
مزے اور کیفیت سے زیادہ واقف
ہیں تو افلاطون و جالینوس کا ان
ردی حالات سے ناواقف ہونا
ان کے اعلم ہونے کو مضر نہیں اور
کوئی عقلمند بلکہ احمق بھی یہ کہنے پر
راضی نہ ہوگا کہ کیڑوں کا علم افلاطون سے
زیادہ ہے حالانکہ اُن کا نجاست کے
احوال سے افلاطون کی بہ نسبت زیادہ
واقف ہونا یقینی امر ہے اور ہمارے
ملک کے مبتدعین سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے تمام شریف و ادنیٰ
و اعلیٰ و اسفل علوم ثابت کرتے اور
یوں کہتے کہ جب آنحضرتؐ ساری
مخلوق سے افضل ہیں تو ضرور سب
ہی کے علوم جزئی ہوں یا کلی آپ کو
معلوم ہوں گے اور ہم نے بغیر کسی
معتبر نص کے محض اس فاسد قیاس

جميعها كل جزئی جزئی وكلی
كلی ونحن انكرنا اثبات هذا
الامر بهذا القياس الفاسد
بغير نص من النصوص المعتدة
بها الا ترى ان كل مؤمن
افضل واشرف من ابليس
فيلزم على هذا القياس ان
يكون كل شخص من احاد
الامة حاويا على علوم ابليس
ويلزم على ذالك ان يكون
سليمان على نبينا وعليه
السلام عالما بما علمه
الهدهد وان يكون افلاطون
وجالينوس عارفين بجميع
معارف الديدان واللوازم
باطلة بامرها كما هو المشاهد
وهذا خلاصة ما قلناه في
البراهين القاطعة لعروق
الاغبياء المارقين القاصمة

کی بنا پر اس علم کلی و جزئی کے ثبوت کا
انکار کیا۔ ذرا غور تو فرمائیے ہر مسلمان کو
شیطان پر فضل و شرف حاصل ہے
پس اس قیاس کی بنا پر لازم آئیگا
کہ ہر امتی بھی شیطان کے ہتکنڈوں سے
آگاہ ہو اور لازم آئے گا کہ سلیمان
علیہ السلام کو خبر ہو اُس واقعہ کی جسے
ہُدہُد نے جانا اور افلاطون و جالینوس
واقف ہوں کیڑوں کی تمام واقفیتوں
سے اور سارے لازم باطل ہیں،
چنانچہ مشاہدہ ہو رہا ہے یہ ہمارے
قول کا خلاصہ ہے جو براہین قاطعہ
میں بیان کیا ہے جس نے گندہ ذہن
بد دینوں کی رگیں کاٹ دیں اور
دجال و مفتری گروہ کی گردنیں توڑ دیں
سو اس میں ہماری بحث صرف بعض
حوادث جُزئی میں تھی اور اسی لیے
اشارہ کا لفظ ہم نے لکھا تھا تاکہ
دلالت کرے کہ نفی و اثبات سے مقصود

لاعناق الدجاجلة المفترين
فلم يكن بحثنا فيه الا عن
بعض الجزئيات المستحدثة
ومن اجل ذلك اتينا فيه
بلفظ الاشارة حتى تدل
ان المقصود بالنفي والاثبات
هنالك تلك الجزئيات لاغير
لكن المفسدين يحرفون الكلام
ولايخافون محاسبة الملك
العلام وانا جازمون ان من
قال ان فلانا اعلم من النبيّ
عليه السلام فهو كافر كما
صرح به غير واحد من علمائنا
الكرام ومن افترى علينا
بغير ما ذكرناه نعلمه بالبرهان
خائفا عن مناقشة الملك
الديان والله على ما نقول
وكيل۔

صرف یہی جزئیات ہیں لیکن مفسدین
کلام میں تحریف کیا کرتے
ہیں اور شاہنشاہی محاسبہ
سے نہیں ڈرتے ہیں اور
ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ
جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا
علم نبی علیہ السلام سے
زیادہ ہے وہ کافر ہے،
چنانچہ اس کی تصریح ایک
نہیں ہمارے بہتیرے علماء
کر چکے ہیں اور جو شخص
ہمارے بیان کے خلاف
ہم پر بہتان باندھے اُس کو
لازم ہے کہ شاہنشاہ روز جزا
سے خائف بن کر دلیل
بیان کرے اور اللہ
ہمارے قول پر
وکیل ہے۔

للہ انصاف! کیا خود مصنف براہین کے اس جواب کے بعد بھی اس بہتان

کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے۔ لا داللہ الحساب یوم الحساب۔

براہین قاطعہ پر مولوی احمد رضا خاں صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب

مؤلف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خاں صاحب بریلوی کا دوسرا سنگین اعتراض یہ تھا کہ انھوں نے شیطان کیلئے علم محیط تسلیم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اُسی علم کے اثبات کو شرک کہا حالانکہ جس چیز کا کسی ایک مخلوق کے لیے ثابت کرنا شرک ہے دوسری تمام مخلوقات کے لیے بھی اس کا اثبات شرک ہی ہوگا تو گویا خود مصنف براہین قاطعہ نے شیطان کو خدا کا شریک مان لیا (سبحان اللہ وبحمدہ) لیکن اگر ناظرین کرام غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ خاں صاحب کا یہ اعتراض پہلے سے بھی زیادہ غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کو حقیقت سے اتنا ہی بُعد ہے جتنا کہ خاں صاحب اور اُن کے فتوے کو دیانت وصداقت سے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ذاتی کے اثبات کو شرک بتلایا گیا ہے اور (اُن دلائل کے بموجب جو خاں صاحب کے مشربی بھائی مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں پیش کیے ہیں) شیطان کے لیئے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی ثابت کرنے سے لازم آتا ہے جیسے کہ پہلے مقدمہ کے ذیل میں ہم خود خاں صاحب کی تصریحات سے اس کو ثابت کر چکے ہیں۔

براہین قاطعہ میں جا بجا ایسی تصریحات موجود ہیں جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ شیطان کے لیے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے

اثبات کو کہا گیا ہے (جس سے خاں صاحب کو بھی اختلاف نہیں) مگر افسوس ہے
ان کی اس مجددانہ دیانت پر کہ براہین قاطعہ کی ان تمام تصریحات سے چشم پوشی
کرتے ہوئے صاحب براہین کے متعلق صاف لکھ ڈالا کہ

"ابلیس کے لیے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لایا ہے اور جب محمد
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر آیا تو کہتا ہے یہ شرک ہے حالانکہ
شرک تو اسی کا نام ہے کہ اللہ عزوجل کے لیے کوئی شریک ٹھیرایا جائے
تو جس چیز کا مخلوق میں سے کسی ایک کے لیے ثابت کرنا شرک ہو وہ تو
تمام جہان میں جس کے لیے ثابت کی جائے یقیناً شرک ہوگا"

ہم کو خاں صاحب کے اس کلیہ سے اتفاق کلی ہے کہ مخلوق میں کسی ایک کیلئے
جس چیز کا اثبات شرک ہے وہ تمام جہان میں جس کے لیے بھی ثابت کی جائے
تو یقیناً شرک ہوگا (یہ نہیں ہو سکتا کہ مشرکین عرب اگر اپنے بتوں کے لیے تصرف
ثابت کریں تو شرک ہو اور مشرکین ہند قبر یا قبر والوں کے لیے وہی تصرف ثابت
کریں تو شرک نہ ہو اور اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جو امور عادتاً طاقت بشریہ
سے خارج ہیں مثلاً اولاد دینا، کاروبار میں نفع دینا، مارنا، جلانا وغیرہ وغیرہ
ان امور میں بتوں سے مدد مانگنا تو شرک ہو اور زندہ یا مردہ بزرگوں سے مدد مانگنا
اور ان کو فاعل با اختیار سمجھنا شرک نہ ہو جیسا کہ قبر پرستوں کا خیال ہے)

بہر حال مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اس کلیہ سے ہم کو بالکل اتفاق ہے
لیکن صاحب براہین پر اس کو چپاں کرنا خاں صاحب کی وہی مخصوص کارروائی ہے
جس کو خیانت یا تحریف کہتے ہیں۔

علاوہ اس ذاتی اور عطائی کے فرق کے اس موقع پر خاں صاحب نے ایک کھلا افترا یہ کیا کہ صاحب براہین نے شیطان کے لیے "علم محیط" مان لیا حالانکہ یہ وہ جھوٹ ہے جس میں سچائی کا شائبہ تک نہیں۔

مگر افسوس ہے کہ رضا خانی جماعت میں کوئی ایسا دیانت دار اور راست باز بھی نظر نہیں آتا جو اپنے مقتدا کی اس قابل نفرت حرکت کو اگر خیانت نہیں تو نادانستہ غلطی ہی تسلیم کر لے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے برادر شربی مولوی عبدالسمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں شیطان کے علم کی وسعت ثابت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

"دُرمختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولادِ آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اُس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے۔ علامہ شامی نے اسکی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا، بعد اُس کے لکھا ہے۔ واقدرہ علی ذالک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذالک، یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے" (انتہی کلامہ انوار ساطعہ)

پس مولوی عبدالسمیع صاحب کی اس دلیل سے شیطان کے لیے جتنا علم ثابت ہوتا ہے اس کو بیشک مولانا خلیل احمد صاحب نے تسلیم کیا ہے، اگر اسی کو مولوی احمد رضا خاں صاحب روئے زمین کا علم محیط سمجھتے ہیں تو یہ اُن کی علمی قابلیت ہے جسکی داد اہل علم ہی دیں گے ورنہ کجا شیطان کا آدمیوں کے ساتھ رہنا اور کجا روئے زمین کا

علم محیط جس کے لیے ذرّے ذرّے قطرے قطرے اور پتّے پتّے کا علم ضروری ہو۔
اور اگر خاں صاحب کی خاطر اسی کو علم محیط مان لیا جائے تو بھی شیطان کے علم محیط پر پہلے ایمان لانے والے بلکہ دوسروں کو ایمان لانے کی دعوت دینے والے خاں صاحب کے برادر بزرگوار مولوی عبدالسمیع صاحب ٹھہریں گے اور اس کفر و شرک کے فتوے کے اولین مصداق وہی ہوں گے کیونکہ انھوں نے ہی شیطان کے لیے یہ وسعتِ علم دلائل سے ثابت کی ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ تو صرف "سلّمنا" کہنے والے ہیں۔ بہر حال خاں صاحب نے اس موقع پر ایک افترا تو یہ کیا کہ بالکل خلاف واقعہ مصنف براہین کے متعلق لکھ دیا کہ "ابلیس کے لیے زمین کے علم محیط پر ایمان لایا"
اور دوسری خیانت یہ کی کہ براہین قاطعہ میں شیطان کے لیے مولوی عبدالسمیع صاحب کے پیش کردہ دلائل کے بموجب صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا تھا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ذاتی ثابت کرنے کو شرک قرار دیا تھا، جناب خاں صاحب نے یہ ذاتی اور عطائی کا زبردست فرق بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ اب ہم ان دونوں باتوں کا ثبوت عرض کرتے ہیں کہ تسلیم علم عطائی کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کو کہا گیا ہے۔

امر اول کا ثبوت براہین قاطعہ کی اسی بحث بلکہ اسی قول میں صفحہ ۵۱ کی چودھویں سطر میں ہے:۔

"شیطان کو جس قدر وسعتِ علم دی" الخ

پھر اُسی کے چار سطر بعد ہے:۔

"اور شیطان و ملک الموت کو جو یہ وسعتِ علم دی الخ"

ان دونوں فقروں میں تصریح ہے کہ شیطان کے لیے علم کی جو وسعت تسلیم کی

گئی ہے وہ خدا کی دی ہوئی ہے۔

امر دوم کا ثبوت پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مصنف براہین قاطعہ اس بحث میں اس قیاس کو رد فرما رہے ہیں کہ جب شیطان اور ملک الموت کو علم کی یہ وسعت حاصل ہے (جو انوار ساطعہ کے حوالہ سے مذکور ہو چکی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی افضلیت کی وجہ سے اُس سے زیادہ یعنی روئے زمین کا علم خود ہی پیدا کر لیں گے اور اسی خیال کو صاحب براہین نے شرک قرار دیا ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد ملاحظہ ہو۔

براہین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اُس کی پہلی سطر ہے :۔

"تمام اُمت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اُس سے ایک ذرہ زیادہ کا بھی علم ثابت کرنا شرک ہے۔ سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے"۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صاحب براہین کے نزدیک صرف اس علم کا ثابت کرنا شرک ہو جو علاوہ عطاء خداوندی کے کسی مخلوق کیلیے ثابت کیا جائے اور اُسی کا نام علم ذاتی ہے۔

پھر اسی بحث میں کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

"عقیدہ اہل سُنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالیٰ کی بندے میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا ظل کسی کو عطا فرماتے ہیں اُس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں۔ ...... پھر جس کو جس قدر علم عطا فرما دیا ہے اس سے زیادہ ہرگز وہ ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا شیطان اور ملک الموت کو جس قدر وسعت دی (جس کو مولوی عبدالسمیع صاحب نے دلائل سے ثابت کیا ہے) اس سے زیادہ کی انکی کچھ قدرت نہیں"۔

پھر فرماتے ہیں :۔

"علم مکاشفہ جس قدر حضرت خضرؑ کو ملا اس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰؑ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ خضرؑ مفضول کی برابر بھی اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے"۔

یعنی یہ خیال غلط ہے کہ کوئی افضل اپنی افضلیت کی وجہ سے بغیر عطائے خداوندی کوئی صفت کمال مفضول سے زیادہ اپنے اندر پیدا کر سکے بلکہ جس کو جو کچھ علم وغیرہ ملے گا وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ملے گا۔ اس مضمون کو مدلل کرنے کے بعد صاحب براہین تحریر فرماتے ہیں :۔

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر (یعنی یہ دیکھ کر کہ ان کو بعض مواقع زمین کا علم حاصل ہے جیسا کہ مولوی عبدالسمیع صاحب کے دلائل سے معلوم ہوا) علم محیط زمین کا (علم ذاتی) فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلادلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا (یعنی اس اٹکل سے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شیطان و ملک الموت سے افضل ہیں تو آپ بوجہ اپنی اس افضلیت کے اپنے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کر لیں گے) شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (یعنی اللہ کے حکم سے بہت سے مواقع زمین کا علم ہونا) نص سے ثابت ہوئی (یعنی اس نص سے جو مولوی عبدالسمیع صاحب نے پیش کی) فخر عالم کی وسعت علم کی (یعنی علم ذاتی کی)، کیونکہ قیاس فاسدہ اور محض اٹکل سے تو وہی ثابت کیا جا رہا ہے اور حضرت مولانا اسی کی بحث فرما رہے ہیں جیسا کہ اوپر کے مضمون سے

معلوم ہو چکا اور آئندہ خود حضرت مرحوم کی تصریح سے معلوم ہو جائے گا)

کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔

اس آخری جملہ سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم یہاں اُسی وسعت علم کی بحث فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا شرک ہے اور یہ سب پہلی سطر نے تبلا دیا تھا کہ شرک صرف اُسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطاء خداوندی کے علاوہ ذاتی طور پر ثابت کیا جائے۔

الغرض زیر بحث عبارت سے پہلی عبارت اور اُس سے متصل ہی اُس کے بعد کی عبارت صاف طور سے تبلا رہی ہے کہ صاحب براہین اس موقع پر صرف وسعتِ علم ذاتی میں کلام فرما رہے ہیں اور اُسی کو انھوں نے شرک قرار دیا ہے۔

یہاں تک تو سیاق و سباق کے قرائن سے ہم نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے۔ اور اگرچہ یہ قرائن بھی تصریحات سے کچھ کم نہیں لیکن اس کے بعد ہم مصنف براہین کی صاف و صریح عبارت پیش کرتے ہیں جس میں انھوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اسکو واضح کر دیا ہے کہ میری یہ بحث صرف علم ذاتی میں ہے نہ کہ عطائی میں، ملاحظہ ہو اسی بحث اور اسی قول میں خاں صاحب کی نقل کردہ عبارت سے چند ہی جملوں کے بعد یہ عبارت ہے :-

"اور یہ بحث اس میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا جہلاء کا یہ عقیدہ ہے۔ اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاع دیکر حاضر کر دیتا ہو تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں"۔

غور فرمایا جائے مصنف براہین نے کتنی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کر دیا کہ

مشرک کا حکم صرف اس صورت میں ہے جب کوئی شخص حضور کے لیے علم ذاتی ثابت کرے (۱)۔

اور ہم پہلے مقدمہ کے ذیل میں "الدولۃ المکیۃ" اور "خالص الاعتقاد" کے حوالہ سے خود خاں صاحب کی تصریح نقل کر چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ کے سوا کسی کیلئے بھی ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر کا علم ذاتی ثابت کرے تو وہ مشرک ہے پس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی جرم ایسا نہیں جس میں خاں صاحب برابر کے شریک نہ ہوں اور اگر بالفرض براہین میں یہ تصریح بھی نہ ہوتی تب بھی اس جگہ وسعتِ علم سے علم عطائی کی وسعت مراد لینا بالخصوص مولوی احمد رضا خاں صاحب کے لیے کسی طرح جائز نہ تھا وہ خالص الاعتقاد صـ۲۶ پر بطور قاعدہ کلیہ کے لکھ چکے ہیں کہ:۔

"آیات و احادیث و اقوال علماء جن میں دوسرے کے لیے اثبات علم غیب سے انکار ہے اُن میں قطعاً یہی دو قسمیں (ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں"۔

---

(۱) مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنے رسالہ "الموت الاحمر" میں براہین قاطعہ کی اس عبارت پر بڑا پیچ و تاب کھایا ہے اور بہت زیادہ زور اس پر دیا ہے کہ مولوی عبد السمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں کہیں علم ذاتی ثابت نہیں کیا پس ان کے جواب میں علم ذاتی کا ابطال کسی طرح امر معقول نہیں، نیز دوسرے رضاخانی صاحبان بھی اس بحث میں ان ہی کی پیروی میں یہی کہا کرتے ہیں۔ بہر حال اس کے متعلق ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ یہ بات تو صاحب براہین کی تصریحات سے ثابت ہے کہ شرک کا حکم صرف علم ذاتی کے اثبات پر ہے۔ اب یہ کہنا کہ جانب مخالف جب اس کا مثبت نہیں تو اس کا ابطال اور شرک کا حکم لگانا کب تھا یہ ایک الگ علمی بحث ہے جس کا مبحث تکفیر سے کوئی تعلق نہیں، ہاں اگر تکفیر کی غلطی تسلیم کر لینے کے بعد ہم سے یہ سوال کیا جائے تو انشاء اللہ اس کا بھی ایسا تشفی بخش جواب دیا جائے گا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی روح بھی حسرت کرے کہ اتنی کھلی ہوئی چیز مجھ سے کیوں مخفی رہی ۱۲ م

پس براہین قاطعہ میں جس علم کے اثبات کو شرک کہا گیا ہے وہ بدرجۂ اولیٰ ذاتی یا محیط کل پر محمول ہونا چاہیئے لیکن افسوس ہے کہ شوق تکفیر نے اپنا لکھا ہوا اصول بھی بھلا دیا۔ سچ ہے حُبُّكَ الشَّيءَ يُعمِي ويُصِم

یہاں تک براہین قاطعہ کے متعلق خاں صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب ہوا جس کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ اعتراض جب وارد ہو سکتا تھا کہ شیطان کے لیے جو علم تسلیم کیا گیا تھا اُسی کے اثبات کو شرک کہا گیا ہوتا، حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے شیطان کے لیے علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے اثبات کو کہا گیا ہے وشتّان ما بینھما

براہین قاطعہ پر خاں صاحب کے تیسرے اعتراض کا جواب

مؤلف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خاں صاحب کا تیسرا اعتراض یہ تھا کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف پر تو نص قطعی کا مطالبہ کرتا ہے اور نفی کے موقع پر خود ایک باطل روایت سے استدلال کیا"

روایت کی حیثیت کے متعلق تو انشاء اللہ ابھی چوتھے اعتراض کے جواب میں عرض کیا جائے گا۔ یہاں تو ہم صرف خاں صاحب کے اس علمی مغالطہ کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ ثبوت کے لیے نص قطعی کا مطالبہ کیا اور نفی کے موقع پر خود ایک روایت پیش کی۔

کاش خاں صاحب اعتراض کرنے سے پہلے یہ غور فرما لیتے کہ مصنف براہین نے اس موقع پر جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ مدعی اور مستدل ہونے کی حیثیت سے پیش کی ہیں، یا مانع اور معارض ہونے کی حیثیت سے اور کاش اصول مناظرہ کی کسی کتاب میں

ان دونوں حیثیتوں کا فرق بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

واقعہ یہ ہے کہ صاحب براہینؒ نے عقیدہ کے اثبات کیلئے نص قطعی کا مطالبہ کیا ہے اور مولوی عبدالسمیع صاحب مصنف "انوار ساطعہ" نے قیاس کے معارضہ میں خود احادیث پیش کی ہیں اور یہ دونوں چیزیں صحیح ہیں۔ عقیدہ کے ثبوت کے لیے بیشک نص قطعی ہی کی ضرورت ہے۔ خود مولوی احمد رضا خاں صاحب کو بھی اصولاً یہ تسلیم ہے (ملاحظہ ہو ابناء المصطفیٰ) اور بیشک قیاس کے معارضہ میں احادیث کیا معنی؟ قیاس بھی پیش کیا جا سکتا ہے، (ملاحظہ ہو مناظرۂ رشیدیہ اور اس کے حواشی)

براہین قاطعہ پر چوتھا اعتراض اور اس کا جواب

چوتھا اعتراض یہ تھا کہ "صاحب براہین نے نقل میں خیانت کی، اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے جس روایت کو نقل کر کے رد کیا اس کو ان کی طرف منسوب کر کے نقل کر دیا اور رد کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تو گویا.. "لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ" تو لے لیا اور "اَنْتُمْ سُكَارٰى" کو چھوڑ دیا

خاں صاحب کی ذریت ہمیں معاف فرمائے یہاں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ چونکہ وہ خود اس قسم کی کارروائیوں کے عادی تھے، اس لیے انھوں نے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھا، لیکن ان کو معلوم ہو جانا چاہیئے کہ ان باتوں کی ضرورت صرف اہل باطل کو پیش آتی ہے۔ حق پرستوں کو اسکی حاجت نہیں، مگر چونکہ خاں صاحب کا یہ اعتراض بھی موضوع تکفیر سے غیر متعلق ہے اس لیے اس کے جواب میں بھی یہاں ہم اختصار ہی سے کام لیں گے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اس موقع پر صاحب براہینؒ کے الفاظ کیا ہیں؟ ملاحظہ ہو صہ ۵۱ کی ساتویں سطر میں فرماتے ہیں:-

"اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں"۔

یہاں صاحبِ براہین نے شیخ کی کسی خاص کتاب کا نام نہیں لیا ہے پس اگر شیخ کی کسی ایک کتاب میں بھی یہ روایت بغیر جرح و تردید مذکور ہو تو صاحب براہین کا حوالہ بالکل صحیح ہے اور یہ سمجھا جائیگا کہ انھوں نے وہیں سے نقل کیا ہے، اسکے بعد ملاحظہ ہو۔
مشکوٰۃ المصابیح باب صفۃ الصلوٰۃ کی فصل ثالث کے اخیر میں ذیل کی حدیث درج ہے

عن ابی ھریرۃ قال صلّی بنا	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم	مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
الظھر و فی مؤخر الصفوف رجل	نے ہم کو (ایک دفعہ) ظہر کی نماز پڑھائی
فاساء الصلوۃ فناداہ رسول اللّٰہ	اور پچھلی صفوں میں ایک شخص تھا جس نے
صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یا فلان الا	نماز اچھی طرح نہیں پڑھی۔ پس جب نماز
تتقی اللّٰہ الا تریٰ کیف تصلی انکم	ختم ہوگئی تو رسول خدا صلی اللہ
ترون انہ یخفی علیّ شئی ممّا	علیہ وسلم نے اس کو پکارا کہ اے فلانے
تصنعون واللّٰہ انی لاریٰ من	کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کیا تم نہیں
خلفی کما اریٰ من بین یدیّ	دیکھتے کہ تم کیسی نماز پڑھتے ہو تم سمجھتے
(رواہ احمد)	ہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس میں سے کوئی

بات مجھ پر پوشیدہ رہتی ہے۔ خدا کی قسم میں اپنے پیچھے کے لوگوں کو اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے والوں کو (روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے)
اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات صفحہ ۳۹۲ پر ارقام فرماتے ہیں:۔

بداں کہ ایں دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ	جانو کہ دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

وآلہ وصحابہ وسلم از پس و پیش بطریق خرق عادت بود بوحی یا بالہام وگاہ گاہے بود نہ دائم و مؤید آن است آنچہ در خبر آمدہ است کہ چوں ناقہ آنحضرت گم شد و در نیافت کہ کجا رفت منافقان گفتند کہ محمدؐ میگوید کہ خبر آسمان میرسانم و نمی داند کہ ناقۂ او کجا است، پس فرمود آنحضرت واللہ من نمی دانم مگر آنچہ بدانانند مرا پروردگار من اکنوں بنمود مرا پروردگار من کہ وے در جائے چنیں وچناں است و مہار وے در شاخ درختے بند شدہ است و نیز فرمودہ است کہ من بشرم نمی دانم کہ در پس ایں دیوار چیست یعنی بے دانانیدن حق سبحانہ'۔

آگے اور پیچھے سے بطور خرق عادت تھا، وحی یا الہام سے اور کبھی کبھی تھا نہ ہمیشہ اور اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ مبارکہ گم ہوگئی اور یہ نہ معلوم ہوا کہ کہاں گئی تو منافقوں نے کہا کہ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہتے ہیں کہ میں آسمان کی خبر دیتا ہوں اور اُن کو کچھ خبر نہیں کہ ان کی ناقہ کہاں ہے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اللہ کی میں نہیں جانتا مگر وہ کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بتلا دیا ہے اب میرے پروردگار نے مجھ کو دکھا دیا ہے کہ وہ فلاں جگہ ہے اور اسکی مہار ایک درخت کی شاخ میں بندھی ہوئی ہے اور یہ بھی حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں بشر ہوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ یعنی بے بتلائے حق سبحانہ کے"۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول صـ ۳۹۲)

یہاں شیخ نے اس روایت کو نقل فرمایا اور کوئی جرح نہیں فرمائی لہٰذا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علیہ الرحمۃ کا حوالہ بالکل صحیح ہوا۔ بلکہ غور کیا جائے تو شیخ کی اس عبارت سے

یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک قابل اعتبار ہے کیونکہ یہاں اسکو شیخ نے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے اور شیخ کی ثقاہت سے یہ بعید ہے کہ وہ کسی روایت کو باطل محض سمجھتے ہوئے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کریں پس مقام تائید میں شیخ کا اس روایت کو نقل فرمانا صریح دلیل اسکی ہے کہ یہ اُن کے نزدیک معتبر ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ شیخ نے مدارج النبوۃ میں ایک جگہ اسی روایت کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ "اسکی کوئی اصل نہیں" سو اگرچہ اس سوال کا جواب ہمارے ذمہ نہیں مگر تاہم ناظرین کے دفع خلجان کے لیے اس کے متعلق بھی کچھ مختصراً عرض کرتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مشہور محتاط اور متشدد محدث حافظ ابن الجوزی (حدیث کے بارے میں جن کی غیر معمولی احتیاط اور حد اعتدال سے بڑھا ہوا تشدد اہل علم کو معلوم ہے) نے اس روایت کو اپنی بعض کتابوں میں بلا اسناد کے نقل فرمایا ہے اور ان جیسے محتاط ناقد و بصیر محدث کا کسی روایت کو بغیر جرح کے نقل کرنا اسکے معتبر ہونے کی کافی دلیل ہے اور اسی وجہ سے شیخ علیہ الرحمہ نے روایت کو معتبر سمجھا اور اشعۃ اللمعات کی مذکورہ بالا عبارت میں اپنے دعوے کی تائید میں پیش کر دیا، مگر چونکہ اس روایت کی اسناد منقول نہیں اس لیے مدارج النبوۃ میں ایک جگہ یہ بھی فرما دیا کہ "اس کی اصل نہیں" یعنی اسناد نہیں، اس طرح شیخ کے کلام کا تعارض بھی دفع ہو جاتا ہے اور کوئی اشکال بھی باقی نہیں رہتا اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا کلام بھی اس روایت کے متعلق بظاہر اسی طرح متعارض ہے۔ چنانچہ قسطلانی "مواہب لدنیہ" میں حافظ سخاوی کی "مقاصد حسنہ" سے ناقل ہیں کہ:۔

حدیث ما اعلم ما خلف جداری	یہ حدیث کہ "میں نہیں جانتا جو میری اس
هذا قال شیخنا شیخ الاسلام	دیوار کے پیچھے ہے" ہمارے شیخ شیخ الاسلام

ابن حجر لا اصل له قلت ولكنه
قال فی تلخیص تخریج احادیث
الرافعی عند قوله فی الخصائص
ویری من وراء ظهره کما یری
من قدامه هو فی الصحیحین و
غیرهما من حدیث انس وغیره
والاحادیث الواردة بذلك مقیدة
بحالة الصلوٰة وبذلك یجمع بینه
وبین قوله علیه السلام لا اعلم
ماوراء جداری هذا انتهی وهذا
مشعر بوروده۔

حافظ ابن حجر اسکے متعلق فرماتے ہیں کہ
"اس حدیث کی اصل نہیں" میں کہتا ہوں کہ
مگر تخریج احادیث رافعی کی تلخیص میں
خصائص کے بیان میں اس کے اس قول
کے پاس کہ "اور آپ دیکھتے تھے اپنے پس پشت
جس طرح دیکھتے تھے اپنے آگے" خود انھی
(حافظ ابن حجر) نے فرمایا ہے کہ یہ حضرت
انس وغیرہ سے صحیحین اور ان کے علاوہ دوسری
کتب حدیث میں مروی ہو اور جن احادیث
میں یہ مضمون (یعنی حضرت اقدس کا پس پشت کی
چیزوں کو دیکھنا) وارد ہوا ہے وہ نماز کی
حالت کے ساتھ مقید ہیں اور اس توجیہ سے تطبیق ہو جاتی ہے اسمیں اور حضور علیہ السلام کے فرمان
میں کہ "میں نہیں جانتا اسکو جو میری اس دیوار کے پیچھے ہے"۔
ختم ہوا (کلام حافظ ابن حجر کا اس کے بعد حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ) اور (ہمارے
شیخ کے) اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث وارد ہوئی ہے"۔
علامہ زرقانی شرح مواہب میں حافظ سخاوی کے اس قول کے بعد فرماتے ہیں کہ:-

فینافی قوله لا اصل له فهو تناقض
منه ویمکن ان مراده لا اصل له
معتبر لکونه ذکر بلا اسناد لا ان

پس ان کا (یعنی حافظ ابن حجرؒ کا) یہ قول
ان کے اس قول کے منافی ہے (جس میں
انھوں نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ) "اسکی

مراده بطلانه — اصل نہیں" پس یہ انکی جانب سے (کھلا ہوا)
تناقض ہے اور ممکن ہے کہ اس قول سے انکی مُراد یہ ہو کہ "اس حدیث کی اصل معتمد نہیں" کیونکہ
وہ بلا اسناد منقول ہوئی ہے یہ مطلب نہیں کہ سرے سے باطل ہے۔
پس ہم نے شیخ علیہ الرحمۃ کے مدارج والے قول کی جو توجیہ کی وہ بعینہ وہی ہے جو علامہ
زرقانی نے حافظ ابن حجر کے کلام کی کی ہے۔
یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا وہ شیخ کے قول "اصلے ندارد" کی توجیہ سے متعلق تھا اور
اپنے فریضہ سے زائد ورنہ ہمارے ذمہ صرف اسی قدر تھا کہ شیخ کی کسی تصنیف سے بس اتنا ثابت
کر دیتے کہ انھوں نے اسکو بلا جرح نقل فرمایا ہے۔ یہ ہمارا تبرع تھا کہ ہم نے شیخ کے طرز عمل
سے روایت کا معتبر ہونا بھی ثابت کر دیا اور ان کے دونوں قولوں کے ظاہری تعارض کو بھی اُٹھا
دیا فللہ الحمد والمنّۃ۔
اور قطع نظر ان تمام چیزوں کے اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ یہ روایت معناً صحیح ہے اور بہت سی
صحیح حدیثیں اسکے مضمون کی تائید کرتی ہیں چنانچہ صحیحین اور سنن نسائی میں حضرت زینب زوجہ ابن مسعود
رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں زکوٰۃ کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے دروازہ پر حاضر ہوئی جب میں پہنچی تو اسی ضرورت سے ایک انصاری بی بی بھی وہاں کھڑی ہوئی تھیں۔۔۔
پس حضرت بلال ہمارے پاس آئے تو ہم نے ان سے کہا:-

ائت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت اقدس
فاخبرہ ان امرأتین بالباب تسألانک	میں جائیے اور ان کو اطلاع دیجئے کہ دو عورتیں
اتجزی الصدقۃ عنہما علی ازواجہما	دروازہ پر کھڑی ہیں اور یہ مسئلہ دریافت
وعلی ایتام فی حجورہما ولا تخبرہ	کرنا چاہتی ہیں کہ "اگر وہ اپنے شوہروں اور

من نحن فسأله بلال فقال له رسول
الله صلی اللہ علیہ وسلم من هما فقال
امرأة من الانصار وزینب فقال له
ای الزیانب قال امراة عبد الله فقال
لها اجران اجر القرابة واجر الصدقة

ان یتیم بچوں پر جو انکی پرورش میں ہیں صدقہ
کردیں تو کیا ادا ہو جائیگا؟ اور (اے بلالؓ)
دیکھو حضرت کو یہ مت خبر دینا کہ ہم کون ہیں؟
پس حضرت بلالؓ نے حضورؐ سے وہ مسئلہ اسی طرح دریافت
کیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ پوچھنے والیاں
کون ہیں؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ ایک کوئی انصاری بی بی ہیں اور دوسری زینب، حضورؐ نے
فرمایا کہ کون زینب؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ عبد اللہ ابن مسعود کی بیوی"۔ تو حضورؐ نے
فرمایا کہ اس صورت میں ان کو دو اجر ملیں گے۔ ایک صدقہ کا ایک قرابت کا"۔

سو اگر حضورؐ کو دیوار کے پیچھے کی سب باتیں معلوم ہو جایا کرتیں تو حضرت بلالؓ سے نام دریافت کرنے
کی کیا ضرورت ہوتی۔ پس آپ کا نام دریافت فرمانا اور زینب نام معلوم ہونے پر یہ فرمانا کہ کونسی زینب؟
صریح دلیل اسکی ہے کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کی بعض باتیں معلوم نہیں ہوتی تھیں۔

نیز حیات طیبہ کے اخیر دنوں میں حالت مرض میں حضورؐ کا اپنی جماعت کو دیکھنے کیلیے حجرۂ
مبارکہ کے دروازہ پر تشریف لانا اور پردہ ہٹا کر مسجد نبوی میں نماز پڑھنے والی جماعت کو دیکھنا
(جس کا ذکر کتب صحاح میں ہے) اور بالخصوص آخری دن بار بار یہ دریافت فرمانا کہ اَصَلَّى النَّاس "کیا
لوگوں نے نماز پڑھ لی"۔ حالانکہ مسجد مبارک اور حجرہ شریفہ میں صرف دیوار ہی حائل تھی صریح
دلیل اسکی ہے کہ دیوار کے پیچھے کی کچھ باتیں حضورؐ کو معلوم نہیں ہوتی تھیں۔ پس اگر کسی حدیث میں
یہ وارد ہوا ہو کہ واللہ لا ادری ما وراء جداری هذا او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام
(یعنی اللہ کی قسم میں نہیں جانتا اسکو جو اس دیوار کے پیچھے ہے) تو اس میں کیا استبعاد ہے۔

بہرحال اس روایت کی معنوی صحت سے تو کسی کو بھی انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

اور پھر اگر ان باتوں سے بھی قطعِ نظر کر لیا جائے تو یہ تو ہر منصف مزاج کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ صاحبِ براہین نے اس روایت کو علم ذاتی کی نفی کے موقع پر پیش کیا ہے کیونکہ ہم خود صاحب براہین کی تصریحات سے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ اُن کی تمام بحث علم ذاتی کے متعلق ہے تو گویا اس روایت کو انھوں نے علم ذاتی کی نفی پر محمول کیا ہے اور ہم خود مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تصریحات سے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ بھی علم ذاتی کے قائل نہیں بلکہ جو شخص ایک ذرہ یا اُس سے بھی کمتر سے کمتر کا علم ذاتی غیر اللہ کے لیے مانے وہ ان کے نزدیک بھی کافر و مشرک ہے۔ پس اس اعتبار سے تو یہ روایت خاں صاحب کے نزدیک بھی معناً صحیح ہے اور وہ تو خود فرما چکے ہیں کہ:۔ "آیات و احادیث و اقوال علماء جن میں دوسروں کے لیے اثبات علم غیب سے انکار ہے ان میں قطعاً یہی دو قسمیں (یعنی ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں"۔ خالص الاعتقاد ص۲۸

پس جب کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو علم ذاتی کی نفی پر محمول فرما رہے ہیں تو پھر خاں صاحب یا اُن کی ذریت کے لیے کیا محل اعتراض ہے۔

ہم شروع ہی میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ بحث موضوعِ تکفیر سے غیر متعلق ہے اس لیے ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

یہاں تک عبارات براہین قاطعہ کی بحث ختم[۱] ہو گئی اور خاں صاحب کے چاروں اعتراضوں کے جوابات سے ہم بعون اللہ تعالیٰ فارغ ہو گئے۔ اب حسام الحرمین کی آخری بحث متعلق عبارت حفظ الایمان شروع ہوتی ہے۔

---

(۱) واضح رہے کہ خاں صاحب کے دوسرے اعتراض کے جواب میں جو ذاتی اور عطائی کا فرق ہم نے دکھلایا ہے وہ پہلے اعتراض کے جواب میں بھی جاری ہو سکتا ہے۔ فافہم و تامل ۱۲ منہ

(۴)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ پر

توہین شان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بہتان

اور

اُس کا جواب

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حسام الحرمین صـ۲۰ و ۲۱ پر فرماتے ہیں:-

ومن کبراء ھؤلاء الوھابیۃ الشیطانیۃ	اور اس فرقہ وہابیہ شیطانیہ کے بڑوں
رجل آخر من اذناب الگنگوھی	میں ایک اور شخص اسی گنگوہی کے
یقال لہ اشرف علی التانوی	دُم چھلّوں میں ہے جسے اشرف علی
صنف رسیلۃ لاتبلغ اربعۃ	تھانوی کہتے ہیں۔ اس نے ایک چھوٹی سی
اوراق وصرح فیھا بان العلم	رسلیا تصنیف کی کہ چار ورق کی بھی نہیں
الذی لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ	اور اُس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا
علیہ وسلم بالمغیبات فان مثلہ	جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
حاصل لکل صبی وکل مجنون	ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر
بل لکل حیوان وکل بھیمۃ۔	جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔
وھذ الفظہ الملعون ان صح	اور اس کی ملعون عبارت یہ ہے۔

الحکم علی ذات النبیّ المقدسة
بعلم المغیبات کما یقول به زید
فالمسئول عنه انه ماذا اراد
بهذا البعض الغیوب ام کلها
فان اراد البعض فای خصوصیة
فیه لحضرة الرسالة فان مثل
هذا العلم بالغیب حاصل
لزید وعمرو بل لکل صبی و
مجنون بل لجمیع الحیوانات
والبهائم وان اراد الکل بحیث
لا یشذ منه فرد فبطلانه
ثابت نقلاً وعقلاً اھ اقول
فانظر الی آثار ختم اللہ تعالی
کیف یسوی بین رسول اللہ
صلّی اللہ تعالی علیه وسلم
وبین کذا وکذا۔

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا
جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت
طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مُراد
بعض غیب ہے یا کُل غیب، اگر بعض
علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور[۱] کی
کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو
زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ
جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی
حاصل ہے الی قولہ اور اگر تمام علوم
غیب مُراد ہیں اس طرح کہ اس کی
ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا
بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے
میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مہر کا
اثر دیکھو یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اور چنیں وچناں میں۔

اس جگہ خاں صاحب نے حضرت حکیم الامۃ کے متعلق جو سخت اور متعفن کلمات استعمال کیے اُن کا جواب تو ہم کچھ بھی نہیں دے سکتے، اس کا ترکی بترکی کلمہ بکلمہ جواب وہی بازاری دے سکتا ہے

---

(۱) یہاں حفظ الایمان میں "صلی اللہ علیہ وسلم" چھپا ہوا ہے، خاں صاحب نے اس کو اڑا دیا۔

جو گالیوں کے فن میں بھی مجددانہ شان رکھتا ہو ہم تو اس فن سے بالکل عاری اور عاجز ہیں۔

اُدھر قرآن حکیم کا ارشاد ہے :۔

قل لعبادی یقولوا التی ھی احسن ان الشیطان ینزغ بینھم ان الشیطان کان للانسان عدوا مبینا۔

اے رسول آپ میرے (ایمان والے) بندوں سے کہیے کہ وہ بات کہیں جو اچھی ہو، بہ تحقیق شیطان پھوٹ ڈلواتا ہو ان کے درمیان بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

دوسری جگہ خود حضور کو ارشاد ہے :۔

ادفع بالتی ھی احسن السیئة

آپ بدی کا جواب نیکی سے دیجیے۔

پس حسب فرمودہ قرآن ہم خاں صاحب کی اِن گالیوں کے جواب میں صرف حق تعالیٰ سے یہ عرض کریں گے کہ خداوندا! خاں صاحب تو اس دنیا سے جا چکے اب ان کے اخلاف کو ایسی بُری عادتوں سے بچا جو دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں حرمان و خسران کا باعث ہوں۔

اس کے بعد ہم اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں "واللہ الھادی الی سبیل الرشاد" معلوم ہوتا ہے کہ حسام الحرمین لکھتے وقت خاں صاحب نے قسم کھائی تھی کہ کسی معاملہ میں بھی سچائی اور دیانت داری سے کام نہ لوں گا، غور تو کیجیے کہاں حفظ الایمان کی اصل عبارت اور اس کا حقیقی اور واقعی مطلب اور کجا خاں صاحب کا تصنیف کردہ یہ لعنتی مضمون کہ "غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے (معاذ اللہ منہ) کاش خاں صاحب اپنا فیصلۂ کفر سنانے سے پہلے "حفظ الایمان" کی پوری عبارت بغیر قطع و برید کے نقل کر دیتے تو ناظرین کو خود ہی حقیقت معلوم ہو جاتی اور ہم کو جوابدہی کے لیے قلم اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آتی "حفظ الایمان"

حضرت حکیم الامۃ (دامت برکاتہم) کا ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں تین بحثیں ہیں اور تیسری بحث یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں" واضح رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں ہے کہ "حضور اقدس کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اور تھا تو کتنا تھا؟ بلکہ وہاں مولانا مدظلہ، صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور کو "عالم الغیب" کہہ نہیں سکتے۔ اور ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کے لیے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں حق تعالےٰ کو ہر چیز کا خالق بتلایا گیا ہے[1] اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عالم کی ہر چیز صغیر ہو یا کبیر عظیم ہو یا حقیر سب اُسی کی مخلوق ہے لیکن بایں ہمہ فقہاء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو "خالق القردۃ والخنازیر"[2] کہنا ناجائز ہے، علیٰ ہذا قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے زرع (کھیتی) کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے لیکن اسکی ذات پاک پر زارع کا اطلاق درست نہیں، اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطایا اور وظائف دیے جاتے ہیں اہل عرب اُن پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں چنانچہ لغت کی عام کتابوں میں یہ محاورہ لکھا ہوا ہے کہ "رزق الامیر الجند"[3] لیکن بایں ہمہ بادشاہ کو رازق یا رزاق کہنا ہرگز درست نہیں اور حضور کے خصائل مبارکہ کے باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ "آپ خود ہی اپنی نعل مبارک کو ٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دُودھ لیا کرتے تھے الخ لیکن اس کے باوجود حضور اقدس کو "خاصف النعل" (جفت دوز) اور حالب الشاۃ" (بکری دوہنے والا) نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض اوقات

---

(۱) اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا ٥ (الیٰ غیر ذٰلک من الآیات)

(۲) بندروں اور سوروں کا خالق ۱۲ (۳) امیر نے لشکر کو رزق دیا۔ ۱۲

ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے ہمارے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ حضورؐ کو علم غیب ہونا نہ ہونا، ایک الگ بحث ہے اور آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز و عدم جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے اور ان دونوں میں باہم تلازم بھی نہیں، جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو اب سمجھئے کہ حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت مولاناؒ کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضورؐ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق ناجائز ہے اور حضورؐ کو جس طرح خاتم النبیین، سید المرسلین، رحمۃ للعٰلمین وغیرہ وغیرہ القابات سے یاد کر سکتے ہیں اس طرح لفظ "عالم الغیب" سے حضورؐ کو یاد نہیں کیا جا سکتا اور اس مدعا کی دو دلیلیں مولانا نے پیش کی ہیں۔ پہلی دلیل کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں عالم الغیب اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف حق تعالیٰ کی ہے) لہٰذا اگر کسی دوسرے کو عالم الغیب کہا جائے گا تو اس عرف عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جائیگا کہ ان کو بھی بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے) پس حق جل مجدہ کے سوا کسی اور کو "عالم الغیب" کہنا بغیر کسی ایسے قرینہ کے جس سے معلوم ہو سکے کہ قائل کی مُراد علم غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لیے نادرست ہوگا کہ اُس سے ایک مشرکانہ خیال کا شبہ ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے، جن سے اس قسم کی غلط فہمیوں کا اندیشہ ہو، چنانچہ قرآن کریم میں حضورؐ کو لفظ "راعنا" سے خطاب کرنے کی ممانعت اور حدیث شریف میں اپنے غلاموں اور باندیوں کو عبدی و امتی کہنے سے نہی اسی لیے وارد ہوئی ہے کہ یہ کلمات ایک باطل معنی کی طرف موہم ہو جاتے ہیں، اگرچہ خود متکلم کا

قصد ایسا نہ ہو ـــــ یہ ہے حضرت مولانا تھانوی کی پہلی دلیل کا خلاصہ ـــــ مگر چونکہ خاں صاحب کو مولانا کی اس دلیل پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ تقریباً یہی مضمون خود خاں صاحب نے بھی اپنی کتاب "الدولۃ المکیۃ" میں ایک جگہ پوری تفصیل سے لکھا ہے اس لیے اسکی تصویب و تائید میں ہم کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے اور اب مولانا کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اُسی میں وہ عبارت واقع ہے جس کے متعلق خاں صاحب کا دعوٰے ہے کہ :

"اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے"۔

لیکن ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت نقل کرنے سے پہلے ناظرین کی سہولت فہم کے لیے یہ بتلا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو شقیں کر کے اُن میں سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے اور حاصل مولانا کی اس دوسری دلیل کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضورؐ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اور آپ کو عالم الغیب کہتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اسکے نزدیک حضورؐ کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کُل غیب کا علم ہے، یہ دوسری شق تو اس لیے باطل ہو کہ آنحضرتؐ کو کُل غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے۔ (اور خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی یہی کہتے ہیں) اور پہلی شق (یعنی بعض غیب کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہنا) اس لیے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو "عالم الغیب" کہا جائے کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے کیونکہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے جو دوسرے سے مخفی ہے پس اس شق کی

بنا پر چونکہ سب کو عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً نقلاً عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے لہذا الملزوم (یعنی زید کا حضورؐ کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا) بھی باطل ہو گا، یہ ہے مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ۔ اس کے بعد ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت مع توضیح کے درج کرتے ہیں۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ پہلی دلیل کی تقریر سے فارغ ہونے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:-

حفظ الایمان کی عبارت اور اسکی توضیح آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی ذات قدسی پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لفظ "عالم الغیب" میں واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "عالم الغیب" کہتا ہے) بعض غیب ہے یا کُل غیب (یہاں حضرت مولانا اُس شخص سے جو حضرت کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس کو جائز سمجھتا ہے، جس کا فرضی نام زید ہے، یہ دریافت فرماتے ہیں کہ تم جو حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس اعتبار سے؟ آیا اس وجہ سے کہ حضور کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کُل غیب کا علم ہے؟) اگر بعض علوم غیبیہ مُراد ہیں (یعنی تم حضور کو بعض علوم غیب کی وجہ سے "عالم الغیب" کہتے ہو اور تمھارا یہی اصول ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں بھی معلوم ہوں گی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو اُس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اسکی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضورؐ کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا (بعض) علم غیب (کہ کسی کے عالم الغیب کہنے کے لیے جس کی تم ضرورت سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض

مغیبات کا علم) تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ (تمہارے اس اصول کی بنا پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

حفظ الایمان کی عبارت میں خاں صاحب بریلوی کی تحریفات کی تفصیل

یہ تھی حضرت مولانا کی اصل عبارت اور یہ تھا اسکا صاف اور صریح مطلب جو ہم نے عرض کیا لیکن خاں صاحب نے اپنی حاشیہ آرائی سے اس میں وہ معنی ڈالے کہ شیطان بھی جس کو سُن کر پناہ مانگے اس سلسلہ میں خاں صاحب نے جو تحریفات کیں ان کی مختصر تفصیل یہ ہے :-

(۱) حفظ الایمان کی عبارت میں ایسا کا لفظ آیا تھا اور اس سے مطلق بعض غیوب کا علم مراد تھا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اقدس، مگر خاں صاحب نے اس سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف مراد لے لیا اور لکھ مارا کہ :-

"اس میں تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے" (حسام ص ۲)

(۲) حفظ الایمان کی اصل عبارت اس طرح تھی کہ :-

"ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے"۔

خاں صاحب نے اس کا آخری خط کشیدہ حصہ درمیان میں سے بالکل اُڑا دیا کیونکہ اس سے صراحۃً معلوم ہو جاتا ہے کہ زید و عمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے، نہ کہ معاذ اللہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریف۔

(۳) حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد الزامی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ تھا۔
تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے، خاں صاحب نے اسکو بھی صاف اڑا دیا کیونکہ
اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف حفظ الایمان حضور سرورِ عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے ہیں بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے
اطلاق میں ہے اور اتنا معلوم ہو جانے کے بعد خاں صاحب کی ساری کارروائی کی حقیقت کھل
جاتی ہے۔ بہر حال خاں صاحب نے صاحبِ حفظ الایمان کو کافر بنانے کے لیے یہ خیانتیں
کیں اور جن فقروں سے عبارت حفظ الایمان کا صحیح مطلب بآسانی معلوم ہو سکتا تھا وہ درمیان
سے بالکل حذف کر دیے اور عبارت کا صرف ابتدائی اور آخری حصہ نقل فرما دیا اور ایک بڑی
چالاکی یہ کی کہ عبارت حفظ الایمان کا جو عربی ترجمہ آپ نے علماء حرمین کے سامنے پیش کیا اس
میں اس قسم کا کوئی اشارہ بھی نہیں کیا جس سے وہ حضرات یہ سمجھ سکتے کہ اس عبارت کے درمیان
میں سے کچھ فقرے حذف کر دیے گئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ناظرین حسام الحرمین کی اُس عربی
عبارت میں خاں صاحب کی یہ دستکاری ملاحظہ فرما سکتے ہیں جو ہم نے شروع بحث میں حسام الحرمین
سے بلفظہ نقل کی ہے۔

عبارت حفظ الایمان کی مزید توضیح اگرچہ خاں صاحب کی دیانت اور اُن کے فتوے کا
حال تو ہمارے ناظرین کو اسی قدر بیان سے معلوم ہو گیا ہو گا مگر ہم مبحث کی مزید توضیح اور
تفہیم کے لیے اس کے خاص خاص گوشوں پر کچھ اور روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

حضرت حکیم الامۃ مدظلہ، کی دوسری دلیل کا حاصل صرف اس قدر تھا کہ:۔
حضورؐ کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ کُل علم غیب کی وجہ سے
آپ کو عالم الغیب کہا جائے، دوسری یہ کہ بعض غیب کی وجہ سے، پہلی شق تو اس لیے باطل ہے

کہ آپ کو کُل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے اور دوسری اس لیے باطل ہے کہ بعض غیب کا علم دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے تو اس اصول پر سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا۔ جو ہر طرح سے باطل ہے، اگر اس دلیل کے اجزاء کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی مقدمات صرف یہ ہیں:۔

(۱) جب تک مبدء کسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو، اس پر مشتق کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً کسی کو عالم جب ہی کہا جا سکتا ہے جب کہ اسکی ذات میں علم کی صفت پائی جاتی ہو، اور زاہد اسی کو کہا جائے گا جس کے ساتھ زہد کی صفت قائم ہو اور کاتب وہی کہلائیگا جو وصف کتابت کے ساتھ موصوف ہو (الی غیر ذلک من الامثلۃ)

(۲) علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ علت موجود ہو اور معلول نہ ہو۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کُل غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔

(۴) مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

(۵) ہر زید و عمرو کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔

(۶) لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے یعنی جس بات کے ماننے سے کوئی امر باطل لازم آجائے وہ خود باطل ہے

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں تو عقلی مسلمات میں سے ہیں اور گویا بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کر سکتا اس لیے سر دست ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدمہ کو خاں صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کرتے ہیں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خاں صاحب بریلوی کی تصریحات سے | حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی

دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ :-

"آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا"

اس کا ثبوت فاضل بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہیں تھا

فاضل موصوف "الدولۃ المکیۃ" صـ۲۵ پر رقمطراز ہیں :-

فانا لا ندعی انہ صلی اللہ	ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ رسول خدا
علیہ وسلم قد احاط	صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا علم شریف
بجمیع معلومات اللہ سبحانہ	تمام معلومات الٰہیہ کو محیط ہے کیونکہ
وتعالی فانہ محال للمخلوق	یہ تو مخلوق کے لیے محال ہے۔

اور اسی "دولۃ المکیۃ" میں ہے :-

ولا نثبت بعطاء اللہ	اور ہم عطاء الٰہی سے بھی بعض علم
تعالی ایضاً الا البعض	ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع
الدولۃ المکیۃ صـ۲۵	(خالص الاعتقاد صـ۲۳)

اور یہی خاں صاحب تمہید ایمان صـ۲۴ پر فرماتے ہیں :-

"حضور کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں"۔

نیز اسی تمہید کے صـ۲۴ پر ہے :-

"اور جمیع معلومات الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے"۔

خاں صاحب کی ان تمام عبارات کا مفاد بلکہ مقصد یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع غیوب کا علم حاصل نہ تھا، بلکہ تمام غیوب کے علم تفصیلی کا حصول آپ کے لیے بلکہ ہر

مخلوق کے لیے محال ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے"
اور یہی بعینہٖ حضرت مولانا تھانویؒ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ تھا جو بحمداللہ خاں صاحب ہی کی تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ فللّٰہ الحمد۔

حضرت مولاناؒ کی دلیل کا چوتھا قابل غور مقدمہ یہ تھا:۔

"مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے"۔

اس کا ثبوت بھی خاں صاحب بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے۔

فاضل موصوف "الدولۃ المکیۃ" ص۱۳۱ پر ارقام فرماتے ہیں:۔

انا آمنا بالقیٰمۃ و بالجنۃ و بالناد	بیشک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر
و باللہ تعالیٰ و بالامہات	اور جنت اور دوزخ پر اور اللہ تعالیٰ اور
السبع من صفاتہ عزّ و جل	اسکے ساتوں صفات اصلیہ پر اور یہ سب
وکل ذلک غیب وقد علمنا	کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل
کلا بحیالہ ممتازا عن غیرہ	ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے
فوجب حصول مطلق العلم	ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہے پس
التفصیلی بالغیوب لکل	غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول
مؤمن۔	ہر مومن کے لیے واجب ہوا۔

نیز یہی خاں صاحب "خالص الاعتقاد" ص۲۴ پر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ..... "مسلمانوں کو فرماتا ہے "یؤمنون بالغیب" غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شئے کا اصلاً علم ہی نہ ہو

اس پر ایمان لانا کیوں کر ممکن ؟ لاجرم تفسیر کبیر میں ہے" لایمتنع ان نقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل" یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اُس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لیے دلیل ہے"۔

خاں صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو غیب کا کچھ علم ضرور ہے۔

خاں صاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا

موصوف اپنے والد ماجد کی ایک پیشین گوئی کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں :۔

"یہ چودہ برس کی پیشین گوئی حضرت نے فرمائی، اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامان غلام کے کفش بردار ہیں علوم غیب دیتا ہے (ملفوظات اعلیٰحضرت)

خاں صاحب کے نزدیک ایک گدھے کو بعض غیوب کا علم

خاں صاحب نے (اس کے ثبوت میں کہ کشف فی نفسہ کوئی کمال کی چیز نہیں بلکہ وہ غیر مسلموں حتیٰ کہ غیر انسانوں بھی حاصل ہو جاتا ہے) اپنے کسی بزرگ سے (جس کے ولی اللہ ہونے کی تصریح بھی آپ نے فرمائی ہے) ایک صاحبِ کشف گدھے کی عجیب و غریب حکایت نقل کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اُن بزرگ نے فرمایا۔

"ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا، دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اُس کی آنکھوں پر ایک پٹی بندھی ہوئی ہے ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے، گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے"۔ (ملفوظات حصہ چہارم صہ ۱۱)

اس کے بعد خاں صاحب فرماتے ہیں:۔

"بس یہ سمجھیے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لیے ہو سکتی ہے (یعنی کشف) انسان کے لیے کمال نہیں" الخ حصہ چہارم ص۱۷

خاں صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ موصوف کے نزدیک اس گدھے کو بھی بعض مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا وہذا ہو المقصود،

دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے

ہم ابھی ابھی "الدولۃ المکیۃ" سے خاں صاحب کی ایک عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں تصریح ہے کہ "حق تعالیٰ اور اس کے صفات اور جنت دوزخ ملائکہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور غیب میں سے ہیں (اور یہ بالکل صحیح ہے)

علیٰ ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بذات خود غیب نہیں لیکن آپ کی رسالت بیشک امر غیب ہے کیونکہ وہ کوئی محسوس و مُبصَر چیز نہیں بلکہ اللہ اور رسول کے درمیان ایک مخفی تعلق ہے جو ہمارے ظاہری احساس کی دسترس سے بالاتر ہے اور صرف پیغمبر کی صداقت کے اعتماد پر اس پر ایمان لایا جاتا ہے، پس جس کو اللہ تعالےٰ کے وجود اس کی وحدت یا اُس کے رسول کی رسالت کا علم حاصل ہو تو اس کو بعض غیوب کا علم حاصل ہوا اور خاں صاحب کو تسلیم ہے کہ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ درختوں کے پتے اور ریگستانوں کے ذرّے بھی توحید و رسالت پر ایمان لانے کے مکلف ہیں وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔

چنانچہ خاں صاحب کے ملفوظات حصہ چہارم ص۳۳ پر ہے۔

"ہر شے مکلّف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ"

نیز اسی کے ص۳۰ پر ہے :-

"ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلّق ہے اُسے خواہ اُس کی روح کہا جائے یا کچھ اور وہی مکلّف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ حدیث میں ہے

ما من شیئ الا و یعلم انی رسول اللہ الا مردۃ الجن والانس	کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سرکش جن اور انسانوں کے۔"

خاں صاحب کے ان ارشادات سے مندرجہ ذیل اُمور ثابت ہوئے :-

(۱) ہر مومن کو غیب کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور معلوم ہوتی ہیں۔

(۲) غیر مسلموں کو بھی کشف ہوتا ہے۔

(۳) گدھے جیسے احمق جانور کو بھی بعض مخفی باتوں کا علم ہو جاتا ہے

(۴) کائنات کی ہر چیز حتی کہ نباتات و جمادات کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہیں۔

اور یہی حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھا

الحاصل مولانا کی دلیل جن چھ مقدمات پر مبنی تھی، اُن میں سے چار تو مسلمات عقلیہ اور بالکل بدیہی تھے اور دو محتاج ثبوت تھے سو اُن کو ہم نے بحمد اللہ خاں صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر دیا اور ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا کی وہ دلیل جس پر خاں صاحب نے کفر کا حکم لگایا تھا بجمیع اجزائہ خاں صاحب کو مسلم ہے اور اگر وہی موجب کفر ہو سکتی ہے تو پھر خاں صاحب بھی اس کفر میں برابر کے

حصہ دار ہیں ع :- چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم۔

اگرچہ اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق کچھ اور عرض کرنے کی حاجت نہیں رہتی لیکن مزید توضیح کے لیے آخر میں ہم عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی فوٹو پیش کرتے ہیں۔

عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی فوٹو فرض کیجیے کہ خاں صاحب مولوی احمد رضا صاحب کے کوئی مُرید یا جانشین حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں اُس پر میں اُن سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں تو آیا کُل غیب کی وجہ سے یا بعض غیب کی وجہ سے، اگر کُل غیب کی وجہ سے کہتے ہیں تو وہ تو بقول مولوی احمد رضا خاں صاحب کے عقلاً و نقلاً باطل بلکہ محال ہے اور اگر آپ بعض غیب کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں اور آپ کا یہی اصول ہو کہ جسکو بھی غیب کی بعض باتیں معلوم ہوں گی تو آپ اس کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر حضورؐ کی اس میں کوئی تخصیص نہیں رہی کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو تمام مومنین بلکہ تمام انسانوں اور بلکہ تمام کائنات حتی کہ نباتات اور جمادات کو بھی ہے تو آپ کے اس اُصول پر لازم آئے گا کہ آپ دنیا کی ہر چیز کو عالم الغیب کہیں، اگر آپ فرمائیں کہ ہاں ہم سب کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر بتلایا جائے کہ اس صورت میں عالم الغیب کہنے میں حضورؐ کی کیا تعریف نکلی جب آپ کے نزدیک سب کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔

ناظرین کرام بغور فرمائیں کہ کیا دُنیا کا کوئی باہوش انسان میرے اس کلام سے یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ معاذ اللہ میں نے دُنیا کی ہر چیز کو علم میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر کر دیا۔

اسی کی ایک دوسری اس سے بھی زیادہ عام فہم مثال ملاحظہ ہو۔ فرض کیجیے کہ کسی

ملک کا بادشاہ بہت بڑا مخیر ہے، اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور صبح و شام ہزاروں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے اب کوئی احمق مثلاً زید کہتا ہے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اس پر ایک دوسرا شخص مثلاً عمرو کہے کہ بھائی تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو تو کس وجہ سے؟ آیا اس وجہ سے کہ وہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے؟ یا اس وجہ سے کہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے؟ پہلی شق تو بداہۃً باطل ہے، اب رہی دوسری صورت یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جائے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے تو اس میں اس کی کوئی تخصیص نہیں کیونکہ ایک غریب انسان اور ایک معمولی مزدور بھی کم از کم اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چڑیاں اپنے بچوں کو دانہ دیتی ہیں، تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہیئے کہ سب کو رازق کہا جائے الخ غور فرمایا جائے کہ کیا عمرو کے اس کلام کا مطلب یہی ہے کہ اس نے اس مخیر اور فیاض بادشاہ اور ہر غریب انسان اور ہر معمولی مزدور کو بالکل برابر کر دیا یا اس نے ہر غریب انسان اور معمولی مزدور کو اس بادشاہ کے برابر فیاض مان لیا، ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنا سمجھنے والے کی حماقت ہے۔ پس حفظ الایمان میں جو کچھ کہا گیا وہ اس سے زیادہ کچھ اور نہیں۔

اس کے بعد ہم اہلِ سُنّت کے مسلم امام علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ کی شرح مواقف سے ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو بالکل عبارت حفظ الایمان کے مشابہ ہے امید کہ اس کے مطالعہ کے بعد کوئی سنّی مسلمان حفظ الایمان کے متعلق لب کشائی کی جرأت نہ کریگا۔ کیونکہ حفظ الایمان میں جو کچھ ہے وہ قریب قریب شرح مواقف کی اسی عبارت کا

ترجمہ ہے، ملاحظہ ہو حضرت علامہ فرماتے ہیں:-

واما الفلاسفة فقالوا هو	بہرحال فلاسفہ پس وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی
النبي من اجتمع فيه	وہ ہے کہ جس میں تین باتیں خاص طور پر
خواص ثلث يمتاز بها من	پائی جائیں جن کی وجہ سے وہ نبی غیر
غيره احدها اى احد	نبی سے ممتاز ہو سکے ان میں سے ایک
الامور المختصة به ان يكون	بات یہ ہے کہ نبی کو اطلاع ہونی چاہیئے
له اطلاع على المغيبات الكائنة	ان مغیبات پر جو ہوئے ہیں یا ہو چکے
والماضية والآتية	ہیں یا ہونے کو ہیں۔

اس کے بعد چند سطر میں فلاسفہ کی طرف سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لیے چنداں مستبعد نہیں۔ اس کے بعد انھیں فلاسفہ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ:-

وكيف يستنكر ذلك الاطلاع	اور انبیاء علیہم السلام کا ان مغیبات پر
في حق النبي، وقد يوجد ذلك	مطلع ہونا کیونکر مستبعد ہو سکتا ہے
فيمن قلت شواغله لرياضة	حالانکہ یہ اطلاع علی المغیبات ان
بانواع المجاهدات او مرض صارف	لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جن کے
للنفس عن الاشتغال بالبدن	شواغل نفسانی مجاہدوں کی ریاضت
واستعمال الآلة او نوم ينقطع	یا کسی ایسے مرض کی وجہ سے کم ہوں
به احساساته الظاهرة فبان	جو نفس کو اشتغال بالبدن اور آلات کے
هؤلاء قد يطلعون على مغيبات	استعمال سے روکنے والا ہو یا شواغل
ويخبرون عنها كما يشهد به	ایسی نیند کی وجہ سے کم ہوں جسکی وجہ سے

التسامع والتجارب بحیث لا یبقی فیہ شبہۃ للمنصفین

اس سونے والے کے احساسات ظاہری منقطع ہو گئے ہوں پس تحقیق یہ لوگ (یعنی ریاضیات اور مجاہدے کرنے والے اور مریض جن کو مالیخولیا ہوتا ہے اور سونے والے بھی) کبھی مغیبات پر مطلع ہو جاتے ہیں جیسا کہ تجربہ شاہد ہے یہاں تک کہ اہل انصاف کو اس میں شبہ تک نہیں رہتا۔

یہاں تک تو فلاسفہ کا مذہب اور اس کے دلائل تھے اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت وجماعت کی طرف سے اس کا جواب دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:-

قلنا ماذکرتم مردود بوجوہ اذ الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب للنبی اتفاقا منا ومنکم ولھذا قال سید الانبیاء ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء والبعض ای الاطلاع علی البعض لا یختص بہ النبی کما اقررتم بہ حیث جوزتموہ للمرتاضین والمرضی والنائمین فلا یتمیز بہ النبی عن غیرہ۔۔

جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے اس لیے (کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہیے یا بعض پر) کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک اور اسی وجہ سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو میں نے خیر سے بہت سا جمع کر لیا ہوتا اور مجھ کو برائی نہ چھوتی اور بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا نبی کے

ساتھ خاص نہیں (یعنی یہ غیر نبی میں بھی پایا جاتا ہے) جیسے کہ خود تم کو اقرار ہے اس لیے کہ تم اس کو جائز رکھتے ہو ریاضت کرنے والوں کے لیے اور مریضوں کے لیے اور سونے والے کے لیے لہذا نبی غیر نبی سے ممتاز نہ ہوگا۔

ناظرین با انصاف غور فرمائیں کہ شرح مواقف کی اس عبارت اور حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت میں کیا فرق ہے؟

ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے اس قدر بیان کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پر مخالفین کو کوئی شبہ نہ رہے گا اس کے بعد مزید اتمام حجت کے لیے ہم اختصار کے ساتھ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ جواب بھی نقل کرتے ہیں جو انھوں نے اسی افتراء کی تردید میں تحریر فرمایا ہے ملاحظہ ہو:۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا یہ فتوے ـــــ حسام الحرمین میں جب شائع ہوا اور اس سے ایک فتنہ برپا ہوا تو جناب مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب نے حضرت مولانا تھانویؒ کو خط لکھا کہ:۔

"مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی آپ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے معاذ اللہ حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے کیا کہیں "حفظ الایمان" میں آپ نے یہ لکھا ہے؟ یا آپ کا یہ عقیدہ ہے؟ اگر آپ کا عقیدہ نہیں تو آپ اس شخص کو کیا سمجھتے ہیں جو ایسا خبیث عقیدہ رکھے" ملخص از بسط البنان

حضرت مولانا تھانویؒ جواب دیتے ہیں:۔

"میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا، لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا، میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔ جیسا کہ اخیر میں عرض کروں گا، جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں.... تو میری مُراد کیسے ہو سکتا ہے جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے، حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی"۔

اس کے بعد حضرت مولانا مدظلہ نے اپنے اسی گرامی نامہ میں جو اسی زمانہ میں بسط البنان کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے، خاں صاحب کے اس الزام کا تفصیلی جواب بھی دیا ہے اور حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت کا مطلب بیان کیا ہے لیکن اب یہاں اس کے نقل کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ ہم نے جو کچھ اس عبارت کی توضیح میں اوپر لکھا ہے وہ گویا حضرت مولانا کے اسی جواب کی شرح ہے۔

ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ فاضل بریلوی اپنے فتوائے کفر میں صداقت اور دیانت سے کتنے دور ہیں واللہ الھادی الی سبیل الرشاد۔

تکملہ

مصنّفِ حفظ الایمان کی حق پرستی اور بے نفسی

عبارت حفظ الایمان میں ترمیم کا اعلان

حضرات! مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حسام الحرمین میں حفظ الایمان کی طرف ایک کافرانہ مضمون کی نسبت کر کے کفر کا جو فتوٰی دیا تھا اُس پر مناظرانہ بحث ختم ہو چکی اور ناظرین کرام کو معلوم ہو چکا کہ اس کی حقیقت افترا اور بہتان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور مصنف حفظ الایمان کا دامن اس ناپاک کافرانہ عقیدے سے بالکل پاک ہے ـــــ اس کے بعد یہ معلوم کر کے آپ حضرات کو انشاء اللہ اور زیادہ قلبی اطمینان ہوگا کہ بعض مخلصین نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ جب اس طرف مبذول کرائی کہ "اگرچہ حفظ الایمان کی عبارت واقع میں بالکل صحیح اور بے غبار ہے لیکن ناخدا ترس اور غرض پیشہ معاندین اُسکے جن الفاظ سے بچارے نافہم عوام کو دھوکا دیتے ہیں اگر ان الفاظ کو بھی اس طرح بدل دیا جائے کہ اس کے بعد وہ فتنہ پرداز عوام کو یہ دھوکا بھی نہ دے سکیں تو بے چارے عوام کے حق میں یہ بہتر ہوگا" ـــــ تو حضرت ممدوح نے مشورہ دینے والوں کو دُعا دیتے ہوئے دلی مسرّت کے ساتھ اس مشورہ کو قبول فرما لیا اور عبارت کو اس طرح بدل دیا کہ قدیم عبارت میں ایسا علم غیب کے الفاظ سے جو فقرہ شروع ہوتا تھا اُس کے بجائے یہ فقرہ لکھ دیا کہ "مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں۔"

یہ واقعہ ماہ صفر ۱۳۴۲ھ کا ہے، گویا اب سے قریباً تبتیس ۳۲ سال پہلے "حفظ الایمان" کی عبارت میں یہ ترمیم ہو چکی ہے اور اس کے بعد سے "حفظ الایمان" اسی ترمیم کے ساتھ چھپ رہی ہے بلکہ اس ترمیم کا پورا واقعہ اور حضرت مصنفؒ کی طرف سے اُس کا اعلان بھی "تغییر العنوان" کے نام سے "حفظ الایمان" کے ایک ضمیمہ کے طور پر اس کے ساتھ چھپتا رہا ہے۔

پھر اس کے بعد جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب کے توجہ دلانے پر خود اس ناچیز راقم سطور (محمد منظور نعمانی) نے حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ "حفظ الایمان کی جس عبارت پر معاندین کا اعتراض ہے اس کے بالکل ابتداء میں "علم غیب کا حکم کیا جانا" کے جو الفاظ ہیں اُس کا مطلب بلاشبہ لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنا ہی جیسا کہ خود اسی عبارت کے سیاق وسباق سے بھی ظاہر ہے اور "بسط البنان" اور "تغییر العنوان" میں حضرت نے اسکی تصریح بھی فرمائی ہے۔ پس اگر اصل عبارت میں بھی یہاں "حکم" کے بجائے "اطلاق" ہی کا لفظ کر دیا جائے تو بات اور زیادہ صاف اور بے غبار ہو جائیگی ــــ حضرت نے بلا تامل اس کو بھی قبول فرمایا اور اُس فقرہ کو اس طرح بدل دیا:۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو الخ"

اور اس ناچیز سے فرمایا کہ میری طرف سے آپ ہی اس ترمیم کا اعلان بھی کر دیں۔ چنانچہ رجب ۱۳۵۴ھ کے "الفرقان" میں اُسی وقت اس کا اعلان ہو گیا تھا ــــ بہرحال ان دو ترمیموں کے بعد "حفظ الایمان" کی عبارت اب اس طرح ہے:۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے، مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے

کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔

الغرض ہمارے بزرگوں نے اُن کافرانہ عقیدوں سے اپنی برأت اور اپنی بیزاری کا اعلان بھی کیا جن کو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے محض از راہ عناد اُن کی طرف منسوب کرکے تکفیر کی تھی اور اسی کے ساتھ اپنی عبارتوں کا وہ صحیح اور واقعی مطلب بھی بیان کیا جس کے سوا ان کا کوئی اور مطلب ہو ہی نہیں سکتا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان میں کوئی بات بھی اسلامی تعلیمات اور عقائد اہلِ سُنّت کے خلاف نہیں ہے اور اس سب کے بعد جب بیچارے نافہم عوام کو فتنہ سے بچانے کے خیال سے اللہ کے کسی بندہ نے مخلصانہ طور پر عبارت میں تبدیلی کا کوئی مشورہ دیا تو اس کو بھی بے تامل اور بلا دریغ قبول فرما کر اپنی عبارت کو بدل بھی دیا ——— بلاشبہ یہ ان حضرات کی حق پرستی اور للّٰہیت و بے نفسی کی روشن دلیل ہے۔ افسوس کیسے ظالم اور شقی ہیں وہ لوگ جو اللہ کے ان بندوں کو کافر کہتے ہیں۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ